بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو

تالیف

حافظ عبدالشکور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو

منظوم

یونائیٹڈ دعوت کارپوریشن
۳۶۳۱۹۳۹

تالیف

حافظ عبدالشکور

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

تعداد ــــــ گیارہ سو

ایڈیشن ــــــ سوم

قیمت ــــــ ۴۰/-

فہرست عنوانات

صفحہ	عنوانات
9	مقدمہ
۱۱	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپؐ کے والدین کی وفات
۱۵	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اتنا روئے (صحابہؓ) فرماتے ہیں ہم نے کبھی آپؐ کو اتنا روتے ہوئے نہ دیکھا۔
۱۶	عبدالمطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپؐ پیچھے پیچھے روتے جاتے تھے۔
۱۸	ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔
۲۱	ابوطالب کے بے دین فوت ہونے پر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زار وقطار رونے لگے۔
۲۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہؓ کی یاد میں آنسو بہانا اور

عنوانات	صفحہ
اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے کچھ ایمان افروز حالات	
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی نشانی دیکھی تو آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا۔	۲۹
حضرت صدیقِ اکبرؓ زخمی حالت میں آپؐ کی ملاقات کے لیے آئے تو رحمت عالمؐ ان پر جھک پڑے اور آنکھوں سے آنسو ڈھلک آئے۔	۳۲
حضرت بلالؓ کے مصائب سُن کر آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔	۳۵
رسولِ اکرمؐ نے مرض الموت میں ابوذرؓ کا ہاتھ جسم سے چمٹا لیا اور رو پڑے	۴۰
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمیہؓ رضی اللہ عنہا کی بے بسی دیکھی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔	۴۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مکہؐ! اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو اللہ کی قسم، میں کبھی بھی نہ جاتا۔	۵۰
رحمتِ عالمؐ کے آنسوؤں سے عثمان بن مظعونؓ کے رخسار تر ہو گئے	۵۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر (رقیہؓ، عثمانؓ جا چکے اب تم بھی اسے جا ملو) عورتوں میں کہرام مچ گیا۔	۵۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بیٹی اُمِ کلثومؓ کی قبر پر	۵۸
جب نبیؐ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کرنے لگے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔	۶۰
سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کا رقت انگیز منظر	۶۵

عنوانات	صفحہ
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمدؐ رسول اللہ کی وفات	۷۰
حضرت زینبؓ کے بچے کی وفات پر محسنِ عالمؐ کے آنسو	۷۳
چھ سالہ بچی نے آپؐ کی وفات کے وقت سینہ مبارک پر سر رکھ دیا، اور زار و قطار رونے لگی	۷۵
رحمۃ للعالمینؐ فاطمہ بنت اسدؓ کی قبر میں لیٹ گئے، باہر نکلے تو آنسو جاری تھے اور ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔	۷۷
سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	۷۹
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۸۶
حضرت زیدؓ کی شہادت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی تو آپؐ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوگیا۔	۹۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔	۹۸
ایسے جاں نثار (سعد بن عبادہؓ) کی مرض پر آنسو آنے ہی چاہئیں تھے۔	۱۰۵
حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات پر رسولِ اکرمؐ اتنا روئے کہ شاید ہی چشمِ فلک نے آپؐ کے اتنے آنسو دیکھے ہوں۔	۱۱۱
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر حضور اکرمؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔	۱۱۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتیلہؓ کا مرثیہ سنا تو رو رو کر	۱۱۸

عنوانات	صفحہ
ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔	
ایک صحرانشین صحابیہؓ کی بات سن کر رحمتِ عالمؐ رونے لگے۔	۱۱۹
ایک اعرابی کی گفتگو سُن کر آپؐ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔	۱۲۰
جب آپؐ کی رضاعی بہن مقید ہوکر آپ کے پاس آئی۔	۱۲۲
آپ نے اللہ کے رسولؐ کو مغموم کرکے کیا لیا ہے؟	۱۲۵
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۃ النساء کی چند آیات سُنیں تو آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوگیا۔	۱۲۷
نبیؐ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جنگل میں بیٹھ کر بہت روئے۔	۱۲۹
آپؐ نے متعدد قسم کے کھانے اپنے سامنے دیکھے تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔	۱۳۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیتِ الٰہی۔	۱۳۲
انبیاءؑ اور اہل اللہ کا خشیتِ الٰہی میں آنسو بہانا۔	۱۳۷
خشیتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے جس کو نصیب ہوجائے اور اس کی فضیلت۔	۱۴۳
رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّت کے لیے رونا۔	۱۴۵
ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی بار بار زمین پر رکھتے اور آہ وزاری کرتے رہے۔	۱۴۷
حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی علیہ السلام بقیع میں جانے کے لیے اُٹھے آپؐ نے سمجھا کہ میں سوئی ہوئی ہوں جبکہ میں جاگتی تھی۔	۱۴[illegible]

صفحہ	عنوانات
۱۵۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام رات روتے رہنا۔
۱۵۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجّد کے لیے اُٹھے اور اتنا روئے کہ آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔
۱۵۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بڑے ہی تضرع وزاری کے ساتھ یہ مبارک کلمات بھی پڑھتے۔
۱۶۲	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریلِ امینؑ نے جہنم کا منظر بیان کیا تو آپؐ بے اختیار رونے لگے۔
۱۶۵	قبر کا منظر دیکھ کر آپؐ بے اختیار رو پڑے۔
۱۶۶	کفارِ مکہؐ اور رحمۃ للعالمینؐ ؟
۱۶۸	سرزمینِ بدر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو
۱۷۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں
۱۷۳	بیرِ معونہ کا دردناک واقعہ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ

اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدّمہ

سیرتِ نبویؐ ہر عہد میں مصنفین کا محبوب ترین موضوع رہی ہے کبھی اس تذکرے نے شعر کا قالب اختیار کیا تو کبھی نثر میں جواہر پارے بکھیر دیئے۔ گزشتہ چودہ سو سالوں میں اس موضوع پر اپنوں اور بیگانوں نے کتابوں کے انبار لگا دیئے۔ وقائع سیرت لامحدود نہیں تھے مگر اسالیبِ بیان نے ان کو بے پناہ تنوع عطا کیا ہے۔ جس کے باعث اربابِ سیر نے مغازی، دلائل، شمائل، مدارج، معارج اور نہ جانے کس کس پہلو سے ان وقائع کی تفصیلات کو پیش کیا ہے۔ مضامینِ سیرت کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ہر سال بیسیوں نئے سے نئے عنوانات کے تحت ذخیرۂ سیرت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ

حافظ عبدالشکور صاحب ہمارے نئے سیرت نگاروں میں ایک منفرد نام ہے آپ نے اس سے پہلے "صحیح اسلامی واقعات"۔ "تعلیم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" "وظائف محمدی" اور "آنحضرتؐ کی مسکراہٹیں"، کے عنوان سے قلم اٹھایا ہے۔ اب کی بار آپ نے سیرت کے ایک بالکل نئے موضوع کو متعارف کرانے

کی کامیاب کوشش کی ہے۔ یہ کتاب "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنسو" کے عنوان سے ترتیب دی گئی ہے اس کے لیے جو مواد یا لوازمہ آپ نے اکٹھا کیا ہے وہ مستند کتابوں کے صحیح حوالہ جات سے سامنے آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے تمام احوال پر نگاہ ڈالی جائے بالخصوص مکی اور مدنی زندگی کے وقائع پر نظر دوڑائی جائے تو احساس ہوتا ہے کہ آپؐ ایک قلب گداز کے حامل تھے۔ زندگی کی سخت جانیوں اور مصائب و شدائد پر آپؐ نے تحمل، بُردباری اور حوصلہ مندی کا اظہار فرمایا مگر غم و الم کے وہ فطری جذبات گاہے گاہے آنسوؤں کے ستارے بن کر مژگان رسولؐ پر چمک اُٹھے اور کبھی رُخِ انور پر ڈھلک گئے۔ راتوں کی تنہائی میں اور شدائد کے مقابلے میں آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دعاؤں کی صورت میں آنسوؤں کی برسات شروع ہو جاتی ہے مگر یہ کیفیت آہ و بکا یا اس نوعیت کی کسی دوسری منفی شکل کا رُخ اختیار نہیں کرتی اور یہی آپؐ کی سیرت کا اعجاز ہے۔

مجھے اس امر کا یقین ہے کہ حافظ عبدالشکور صاحب کی یہ سعیٔ مشکور ہوگی اور اہلِ علم اور عام مسلمان اس تذکرۂ سیرت کی جدّت و نُدرت سے علمی اور روحانی حظ اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بارآور اور مقبول فرمائے۔ آمین

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب۔ ۴ شارع ایوانِ تجارت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپؐ کے والدین کی وفات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) ابھی شکمِ آمنہ ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد حضرت عبداللہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ علامہ ابنِ سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ قریش کا ایک قافلہ تجارت کے لیے شام جا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بھی اس کے ساتھ چل پڑے اور غذدہ تک گئے۔ قافلہ والے جب تجارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو یثرب سے گزرے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بیمار تھے۔ آپ نے قافلہ والوں سے کہا کہ میری صحت مجھے آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیتی۔ میں یہیں اپنے ننھیال (بنی عدی بن نجار) کے لوگوں میں ٹھہرتا ہوں۔ (تم چلے جاؤ) قافلہ والے چلے گئے۔ اور آپؐ یہاں ایک ماہ تک مقیم رہے جب قافلہ مکہ مکرّمہ پہنچا تو حضرت عبدالمطلب نے قافلہ والوں سے اپنے لختِ جگر جناب عبداللہ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو انھوں نے کہا وہ بیمار ہو گئے تھے ہم انہیں یثرب

بنو نجار کے لوگوں میں چھوڑ آئے ہیں ۔ جناب عبدالمطلب نے اپنے صاحب زادے حارث کو جناب عبداللہ کی خبر گیری کے لیے بھیجا۔ اسی اثنار میں آپ وفات پا گئے تھے ۔ اور لوگوں نے آپ کو نابغہ کے گھر میں دفن کر دیا تھا۔ جناب عبدالمطلب کو جب اپنے فرزند عبداللہ کی وفات کی خبر ملی تو آپ کو اور (عبداللہ کے) تمام بہن بھائیوں کو سخت صدمہ ہُوا کیونکہ اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکمِ آمنہ میں ہی تھے ۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد اوّل)

آخر دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ کے پُورا ہونے کا مبارک وقت آپہنچا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کے آخری رسُول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

مشہور سیرت نگار رحمۃ للعٰلمین کے مصنف حضرت علامہ سیّد قاضی سلیمان منصور پُوریؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ کی ولادتِ باسعادت دوشنبہ کے دن صبحِ صادق کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے قبل ۹ ربیع الاوّل کو موسمِ بہار میں ہُوئی ۔

محسنِ عالم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو یتیم ،جب آپؐ کی عمرِ مُبارک ۶ برس کی ہُوئی تو آپؐ کی مشفق ماں آپؐ کو ساتھ لے کر مدینہ گئیں ۔ مدینہ میں ایک ماہ تک قیام کے بعد جب مکّہ واپس ہُوئیں تو مقامِ ابوار

پر پہنچ کر داغِ مفارقت دے گئیں۔ دیارِ غیر میں دورانِ سفر یہ حادثہ آپؐ پر بجلی بن کر گرا۔ باپ کا سایہ پیدا ہونے سے پہلے ہی سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اب والدہ نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہا تو شدّتِ غم سے آپؐ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔

اُمِّ ایمنؓ[1] جو اس سفر میں آپؐ کے ہم رکاب تھیں وہ آپؐ کو ساتھ لے کر مکہ واپس آئیں۔

---

[1] حضرت اُمِّ ایمنؓ وہ بزرگ خاتون تھیں کہ ان کے متعلق آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ اُمِّ ایمنؓ میری والدہ کے بعد میری ماں ہے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام انہیں امی کہہ کر بلایا کرتے تھے اُمِّ ایمنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے ساتھ کنیزہ کے طور پر رہتی تھیں۔ جب آپ کے والد حضرت عبداللہ نے وفات پائی تو یہ (حضرت آمنہ اُمّ النبی) کی خدمت کرنے لگیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے وقت آمنہ کی خبر گیری اور خدمت پر دہی پر معمور تھیں۔ آپؐ کی بعثت کے بعد جن خوش نصیبوں کو سبقت فی الاسلام کی سعادت نصیب ہوئی حضرت اُمِّ ایمنؓ بھی ان میں شامل تھیں۔

حضرت اُمّ ایمنؓ بیوگی کا زمانہ گزار رہی تھیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص جنت کی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اُمِّ ایمنؓ سے نکاح کر لے۔ آپؐ کا یہ ارشاد سُن کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔ (ان کے بطن سے ہی محبوبِ رسول حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت محبت

کرتے تھے۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکتی تھیں۔جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو یہ شدتِ غم سے نڈھال ہوگئی تھیں۔ان کی آنکھوں سے آنسو ایسے جاری تھے کہ تھمتے نہ تھے۔حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہ کی اس حالت کا علم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: "امّ ایمنؓ اللہ کے رسولؐ کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔" یہ فرمانے لگیں: یہ تو مجھے معلوم ہے مگر میرا رونا تو اس لیے بھی ہے کہ اب وحی کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔یہ سن کر صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما پر بہت رقّت طاری ہوگئی۔ یہ دونوں بزرگ بھی رونے لگے۔ رضی اللہ عنہم۔ (مسلم)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اتنا روئے

صحابہؓ فرماتے ہیں ہم نے کبھی آپؐ کو اتنا روتے ہوئے نہ دیکھا

صحیح مسلم، مسندِ احمد وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اجازت لیکر جب اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو والدہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر بے اختیار رونے لگے۔ آپؐ کے ساتھ جو صحابہ کرامؓ تھے وہ بھی آپؐ کو روتے دیکھ کر بے اختیار رو پڑے۔ راوی (بریدہؓ) کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا روتے ہوئے کبھی نہ دیکھا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کے پاس بیٹھ کر روئے[1]

(صحیح مسلم۔ مسند احمد)

---

[1] بڑی کتبِ احادیث میں آپ کے بہت زیادہ رونے کی وجہ اور اس واقعہ کی تفصیل درج ہے

عبدالمطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپؐ پیچھے پیچھے روتے جاتے تھے

جب حضرت آمنہ نے آپؐ کو داغِ مفارقت دیا تو عبدالمطلب نے حضورؐ کو اپنی آغوشِ محبّت میں لے لیا اور بڑی شفقت و پیار سے تادمِ آخر آپؐ کو اپنے ساتھ رکھّا اور اپنی صلبی اولاد سے بڑھ کر آپؐ کو عزیز جانا۔ عبدالمطلب بڑے جاہ وجلال کے مالک تھے۔ ان کی اولاد میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ ان کے بستر پر جا بیٹھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے دادا کے بستر پر چلے جاتے۔ آپؐ کے چچے آپ کو ہٹانا چاہتے تو عبدالمطلب کہتے میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم! اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ بلند مرتبے پر پہنچے گا، جس پر اس سے پہلے کوئی عرب نہیں پہنچا۔ بعض روایات کے مطابق عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے کہ اس کا مزاج شاہانہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دادا سے بے حد محبت تھی۔ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے بعد دادا کا وجود آپؐ کے لیے تسکینِ قلب و جان تھا۔ مگر یہ خیر خواہ بھی زیادہ دیر تک وفا نہ کر سکا۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کی آٹھ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ دادا عدم کو روانہ ہو گئے۔

طبقاتِ ابنِ سعد میں حضرت امِّ ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سردار عبد المطلب کی وفات کے دن دیکھا کہ جب ان کا جنازہ اُٹھا تو آپؐ پیچھے پیچھے روتے جاتے تھے۔ (طبقاتِ ابن سعد)

ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو دل پکڑ کر بیٹھ گئے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ مکرمہ میں عام تبلیغ شروع کی، تو کفّارِ مکّہ اُس کو روکنے کے لیے متحد ہو کر میدانِ عمل میں آ گئے۔ جب ان کے تمام حربے ناکام ہو گئے تو یہ دل شکستہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور درخواست کی اے ابوطالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے خلاف الزامات کی مہم جاری کر رکھی ہے۔ ہمارے معبودوں کی مُذمّت کرنا ہمارے دین میں طرح طرح کے عیب نکالنا، ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف بنانا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ کہنا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا روزانہ کا معمُول بن چکا ہے اس کی ایسی تقریریں سُن سُن کر ہمارا کلیجہ شق ہو چکا ہے۔ اب ہم تمھارے پاس آئے ہیں کہ اس کو سمجھاؤ کہ ہمارے بزرگوں کی مخالفت سے باز آ جائیں، یا پھر ہمیں ان کے معاملہ میں آزاد کر دیجئے۔ ابوطالب نے قوم کی باتیں پورے تحمل سے سُن کر حُسنِ تدبیر سے ان کو رخصت کر دیا۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیاں سدا جاری رہنے والی تھیں وہ رہیں۔ آپؐ لوگوں کو دعوتِ الی اللہ دیتے رہے۔

قریش نے جب دعوتِ اسلام کو پہلے سے بھی زیادہ پھیلتے دیکھا تو

یہ دوسری مرتبہ ابوطالب کے پاس حاضر ہُوئے اور عرض کی صاحب ہمارے پہلی دفعہ آنے سے کوئی فائدہ نہیں ہُوا۔ آپ کا بھتیجا اسی طرح اپنی سرگرمیاں جاری رکھّے ہوئے ہے۔ بخدا اب ہم مزید صبر نہیں کر سکتے۔

اے سردار! (ابوطالب) اگر آپ اپنے بھتیجے کو ان باتوں سے رُک نہیں سکتے تو پھر ہماری اور تمہاری جنگ ہوگی خواہ ہم برباد ہو جائیں یا آپ۔ یہ دھمکی دے کر یہ لوگ لوٹ گئے تو عمّ الرّسُول سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ اب کیا ہوگا؟ یہ لوگ میرے یتیم بھتیجے کے خلاف کیا سوچ رہے ہیں؟ قریش کا یہ وفد جب لوٹا تو ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلا کر قریش کی ساری گفتگو سے آگاہ کیا اور پھر کہا اے بھتیجے! بہت نازک وقت سر پر آگیا ہے خدارا مجھ پر اور اپنی جان پر رحم کرو۔ مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جسے مَیں برداشت نہ کر سکوں۔

جب ابوطالب اپنی بات کہ چکے تو رسُول اللہ نے فرمایا:

یاعم واللہ ولو وضعوا الشمس فی یمینی
والقمر فی یساری ...... الخ (ابنِ ہشام)

"چچا جان، مَیں خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور شرط یہ ہو کہ میں توحید کا پرچار کرنا ترک کر دوں تو مجھ سے ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اسے غلبہ عطا کرے یا مَیں مر جاؤں۔"

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپؐ چچا کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسوؤں کا آنا اور آپؐ کا یوں اُٹھ کھڑے ہونا ابوطالب کے لیے تو بہت غم کا باعث بن گیا، ابوطالب اس منظر کو دیکھ کر دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسوؤں نے ابوطالب کے دل پر ایسی ضرب لگائی کہ یہ برداشت نہ کر سکے ابوطالب نے فوراً آواز دی: "بیٹا ادھر آؤ۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے تو ابوطالب نے کہا:

"اے نورِ نظر! تمھیں جو کرنا ہے کرو جب تک جسم میں
جان ہے تم پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

(ابنِ ہشام)

ابُوطالب کے بے دین فوت ہونے پر آپ کی آنکھوں سے آنسُو جاری ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم زار و قطار رونے لگے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے چچا ابوطالب زندگی بھر آپؐ کے لیے مصائب والم برداشت کرتے رہے مگر افسوس کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار کوششوں کے باوجود ایمان نہ لائے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی وفات کے وقت آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "یا عمِّ! قُلْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" چچا جان پڑھیے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے آخری سانس تک بڑی ہی آس اُمّید کے ساتھ مشفق چچا کو مسلمان ہونے کی تلقین کرتے رہے مگر اس وقت ابوجہل اور اُمیہ وغیرہ اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ برابر بہکاتے رہے یہاں تک کہ آپ پر آخری وقت تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چچا جان اس وقت بھی اگر آپ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپؐ کے لیے شفاعت کا موقع مل جائے گا۔" مگر ابوطالب نے کہا کہ میں عبد المطلب کے طریقہ پر دُنیا کو چھوڑتا ہوں۔ چچا کے بے دین فوت ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہُوا۔ شدّتِ غم سے آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زبانِ اقدس سے ارشاد فرمایا "چچا کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس وقت

تک مغفرت مانگتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھ کو اس سے منع نہ کر دے۔"

طبقاتِ ابن سعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپؐ زار و قطار رونے لگے اور فرمایا: اے علیؓ! جاؤ جا کر (ابوطالب کو) غسل دے کر کفن پہناؤ اور دفن کر دو۔ اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمائے اور اس پر رحم کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (میں نے) آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کی پھر آپؐ کئی دن تک گھر سے باہر نہ نکلے۔ چچا کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے رہے تا آنکہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لے کر نازل ہوئے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا
لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

(سورۃ توبہ)

ترجمہ: نبیؐ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں ایسا کرنا سزاوار نہیں کہ جب واضح ہو گیا یہ لوگ جہنمی ہیں۔ پھر مشرکوں کی بخشش کے طلب گار ہوں اگرچہ وہ ان کے عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں۔

(نوٹ)، بعض معتبر مفسرین نے اس آیت کے نزول کا سبب بعض دوسرے واقعات بھی بتائے ہیں، جن کی تفصیل تفاسیر میں درج ہے۔

(طبقات ابن سعد، ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہؓ کی یاد میں آنسو بہانا اور اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے کچھ ایمان افروز حالات

۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (چچا کی کفالت میں) ہوش سنبھالا تو چچا کی کمزور مالی حالت اور کثیر العیالی کو دیکھ کر چچا کا ہاتھ بٹانے کی فکر ہوئی۔ لیکن کاروبار کے لیے روپیہ، پیسہ نہ تھا۔ آپ کی تجارت کی طرف رغبت کا علم جب مکہ کی سب سے بڑی دولت مند خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو انھوں نے آپؐ کو اپنے مال سے تجارت کرنے کی دعوت دے دی۔ یہ آپ کی شرافت و دیانت، امانت وصداقت شعاری اور نیک نفسی کا چرچا تو پہلے ہی سن چکی تھیں۔ اس لیے بغیر کسی غور وفکر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سا مال بغرضِ تجارت پیش کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ کو اس سے دوگنا دوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کو گئے تو اس میں بہت زیادہ نفع ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے اس سفر تجارت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آپ کے ہمرکاب تھا۔ اس نے واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے وہ تمام اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ جمیلہ جن کا خود مشاہدہ کر چکا تھا بیان کر دیئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے غلام سے آپ کے یہ اوصاف سُنے تو نکاح کے لیے پیغام بھیج دیا۔ (جب کہ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی طرف سے نکاح کی پیش کش کو آپ ٹھکرا چکی تھیں۔) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطالب کو لے کر مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔ ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے چچا عمر بن اسد کو پیغام بھیجا کہ آئیں اور میرا نکاح کر دیں۔ (اس وقت حضرت خدیجہؓ کے والد فوت ہو چکے تھے۔) یہ بھی آ گئے تو نکاح ہو گیا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ برس تھی۔

۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد ماسوائے حضرت ابراہیمؓ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے تھی۔ نکاح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اکثر وقت خدا کی عبادت میں گزارنے لگے۔ جوں جوں نبوت کے ملنے کا وقت قریب آتا گیا۔ شوقِ عبادت اور فکرِ قوم بڑھتا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو کئی یوم کا کھانا تیار کر دیتیں۔ آپؐ اسے لے کر شہر سے باہر کوہِ حرا میں جا بیٹھتے۔ جب آپؐ عمر مبارک کے ۴۰ برس پورے

کر چکے تو ایک دن حضرت جبریلِ امین علیہ السّلام غارِ حرا میں تشریف لائے
جیسا کہ بخاری، مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تھے کہ آپؐ کے پاس (خدا کی طرف سے فرشتہ
آیا) اور اس نے آکر آپ سے کہا اقرأ (پڑھیے)۔ آپؐ نے فرمایا:
"مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ" (میں خواندہ نہیں ہوں) فرشتے نے دوسری مرتبہ
آپؐ کو زور سے دبایا اور پھر وہی الفاظ دُہرائے۔ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا
تیسری مرتبہ حضرت جبریل علیہ السّلام نے پھر زور سے دبا کر کہا:

اقرأ باسم ربک الذی خلق ۝ خلق
الانسان من علق ۝ اقرأ وربک الاکرم
الّذی علم بالقلم ۝ علم الانسان
مالم یعلم ۝

حضرت جبریل علیہ السّلام خدا کا پیغام دے کر رخصت ہُوئے تو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہُوئے لرزتے کانپتے گھر لوٹے اور سخت گھبراہٹ
کی حالت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا زملونی، زملونی
خدیجہؓ مجھے کمبل اوڑھا دو، لقد خشیت علی نفسی مجھے اپنی جان
کا اندیشہ ہے (کہیں میں مر نہ جاؤں)۔ دانا اور غم گسار بیوی پوچھتی ہے
میرے آقاؐ! آپؐ کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپؐ نے سارا واقعہ بیان کر دیا، تو
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلّی دیتے ہوئے عرض کیا:

کلا واللہ ما یخذیک اللہ ابدًا انک

تصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضّیف وتعین علٰی نوائبِ الحقّ۔

آقاؐ! آپ کو ڈر کس بات کا۔ اللہ کی قسم، اللہ آپ کو ہر تکلیف سے بچائے گا۔ (میں دیکھتی ہوں، کہ آپؐ اقربا سے حسنِ سلوک کرتے ہیں، بیواؤں، یتیموں، بے کسوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر تورات وانجیل کے ایک بہت بڑے عالم ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور اس سے کہا: یا ابن عم اے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے (محمدؐ) کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا بھتیجے فرمائیں کیا بات ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپؐ کا بیان کرنا تھا کہ ورقہ فوراً بول اُٹھے:

ھٰذا الناموس الذی نزل علی موسیٰ

یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہُوا۔

پھر بڑی حسرت سے کہنے لگا:

کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ کاش میں اُس وقت جوان ہوتا جب تیری قوم تجھ کو یہاں سے نکال دے گی۔ آپ نے (تعجب سے) پوچھا: "کیا میری قوم مجھ کو نکال دے گی؟" ورقہ نے کہا: ہاں اس دنیا میں

جس نے بھی ایسی تعلیم پیش کی۔ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور آپؐ کی خدمت کروں۔ (صحیح بخاری)

۳

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا تو کفار کی طرف سے آپؐ پر طعن و تشنیع کے نشتر چلنے لگے۔ جب کفار کی بے ہودہ باتوں سے آپؐ کبیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجہ عرض کرتیں: "حضورؐ! آپ رنجیدہ نہ ہوا کریں بھلا کوئی ایسا رسول بھی آیا ہے کہ لوگوں نے اس کا تمسخر نہ اُڑایا ہو"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن بھر تبلیغ کر کے زخم خوردہ شام کو واپس لوٹتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر مرہم رکھتے ہوئے آپؐ کی ڈھارس بندھاتیں اور حوصلہ بڑھاتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باتوں سے آپ کو تسکین ہو جاتی تو تازہ دم ہو کر پھر تبلیغ کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزرا دور بڑا ہی پُرآشوب دور تھا۔ امّ المومنینؓ آپ کے لیے سخت سے سخت تکالیف جھیلتی تھیں اور آپؓ نے بڑے ہی نامساعد حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے حد

لے اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت ورقہ بن نوفل مالک حقیقی سے جا ملے۔

محبت تھی۔ جب تک آپؓ زندہ رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہ کیا۔ کفار نے جب آپؐ کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت خدیجہؓ اس سخت ترین ابتلا میں بھی آپؐ کے ساتھ تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تین سال تک اس محصوری کے روح فرسا آلام و مصائب بڑے صبر کے ساتھ برداشت کیے جب یہ انسانیت سوز محاصرہ ختم ہوا تو اس کے بعد امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہیں۔ سنہ ۱۰ نبوت کو رمضان المبارک یا اس سے کچھ عرصہ پہلے آپؓ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس محبوب ترین بیوی کے علاج معالجہ کی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن موت کی کوئی دوا نہیں ہے۔ آخر اہلِ ایمان کی یہ عظیم ماں سنہ ۱۰ نبوت ۱۱ رمضانُ المبارک کو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ آپؓ کی وفات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ جس سال حضرت خدیجہ فوت ہُوئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔ اس بے پناہ صدمے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مغموم رہنے لگے۔ جب بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد آتی تو اکثر دل بھر آتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

بخاری، مسلم، ابن ہشام.

۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی نشانی دیکھی تو آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا

۲ھ کو جب معرکۂ بدر پیش آیا تو اس موقع پر ۷۰ کفار قید کر لیے گئے۔ ان میں حضرت ابو العاصؓ بن ربیع بھی تھے جب قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کیا جانے لگا تو حضرت زینب بنتِ رسولؐ (رضی اللہ عنہا) نے بھی اپنے شوہر حضرت ابو العاصؓ کو چھڑانے کے لیے فدیہ میں وہ قیمتی ہار جو ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں دیا تھا فدیہ کے لیے بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ہار دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آگیا۔ حضرت خدیجہؓ کی اس نشانی کو دیکھ کر آپؐ بے اختیار رو پڑے اور آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا۔ پھر آپؐ نے ڈبڈباتی آنکھوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اگر تمھاری اجازت ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار لوٹا دوں۔ سب نے سر اطاعت خم کر دیا تو آپؐ نے یہ ہار واپس کر دیا۔

(ابوداؤد و تاریخ طبری)

۵

ایک مرتبہ امّ المؤمنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسُول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یاد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ اُٹھے دل بے قرار ہو گیا اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔

(اس واقعہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

۶

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد متعدد بیویاں آپ کے عقد میں آئیں لیکن آپ ساری زندگی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دل سے نہ بھلا سکے۔ اگر کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گوشت بھیجتے۔ کبھی کوئی خوشی یا غمی کا موقع آتا تو فرماتے: "کاش آج خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ کی کسی بیوی پر مجھے رشک نہیں آیا سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) کے۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا آپ سے ملنے آئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ (ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی تھی) آپ کے کانوں میں اس آواز کا پڑنا تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آئی۔ آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ہالہؓ ہو گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہاں موجود تھیں۔ بولیں: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو مر چکی ہے؟ اب خدا نے آپ کو اُس سے اچھی بیویاں دی ہیں۔ (بخاری)

الاستیعاب میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، (وہ وہی تھیں) جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے اس نے اسلام قبول کیا۔ جب میرا کوئی مددگار نہ تھا اس نے میری مدد کی۔

رَضِیَ اللہُ عَنْہَا

(الاستعاب)

حضرت صدیقؓ اکبرؓ زخمی حالت میں آپؐ کی ملاقات کیلیے آئے تو رحمتِ عالمؐ ان پر جھک پڑے اور آنکھوں سے آنسو ڈھلک آئے

ابھی اسلام کا آغاز تھا۔ صرف اڑتیس آدمی مسلمان ہوئے تھے مکّہ کی بستی کافروں سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں کو اعلانیہ آپؐ کی رسالت کی اطلاع دوں اور لوگوں کو آپؐ سے فیض یاب ہونے کی دعوت دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ ابھی ذرا صبر سے کام لو ــــــ ابھی ہم تعداد میں کم ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ پر غلبہ حال طاری تھا۔ انھوں نے پھر اصرار کیا حتیٰ کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بے خوف وخطر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی۔

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فکان اوّل خطیب دعا اِلی اللّٰہ والی رسولہ

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پہلے خطیب ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بُلایا۔“

مشرکینِ مکہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے۔ آپؓ کو سخت پیٹا اور روندا۔ عتبہ بن ربیعہ نے آپؓ کے چہرے پر بے تحاشا تھپڑ مارے۔ آپؓ قبیلہ بنو تیم سے تھے۔ آپؓ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے۔ مشرکین سے انہیں چھڑا کر اُن کے گھر چھوڑ آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے وہ دن بھر بے ہوش رہے جب شام ہوئی تو آپؓ کو ہوش آیا۔ آپ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے قبیلے کے لوگ آپؓ کے پاس کھڑے تھے ہوش آتے ہی پہلی بات انھوں نے یہ کہی کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ان کے قبیلے کے لوگ سخت برہم ہُوئے۔ اور انھیں ملامت کی کہ جس کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی تمھیں اٹھانی پڑی اور یہ مار پیٹ تمھیں برداشت کرنی پڑی۔ ہوش میں آتے ہی تم پھر اس (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال پوچھتے ہو۔ (ان عقل کے اندھوں کو کیا خبر تھی کہ ان کی خاطر سختیاں جھیلنے میں جو لذت ہے وہ دنیا داروں کو پھولوں کی سیج اور بستر کمخاب پر بھی حاصل نہیں ہوتی۔)

ان کے قبیلے کے لوگ مایوس ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے اور ان کی ماں اُمّ الخیرؓ سے کہہ گئے جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے باز نہ آجائے اس کا بائیکاٹ کرو اور اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دو۔ ماں کی ممتا تھی جی بھر آیا۔ کھانا لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا دن بھر کے بھوکے ہو کچھ کھا لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

فانّ للہ علی ان لا ازوق طعاما

ولا اشرب شرابا اواتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"ماں خدا کی قسم! میں کھانا نہیں چکھوں گا اور پانی کا گھونٹ تک نہ پیوں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر لوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت امّ جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگئیں اور بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور دارِ ارقم میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زخموں سے چُور، چلنے کے قابل نہ تھے۔ ماں کا سہارا لے کر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر جھک پڑے انھیں چُوما اور اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔

(ابن کثیر)

حضرت بلالؓ کے مصائب سُنکر آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں

۱

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ، یہ ان سات صادقین میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے ۔ آپؓ امیّہ بن خلف کے غلام تھے اور بکریاں چرانے کی ڈیوٹی دیتے تھے ۔

ایک دن ایک آواز آئی :

"اے چرواہے ! کیا تمھارے پاس دودھ ہے ؟"

یہ آواز دینے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اپنے سفر و حضر کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غارِ حرا میں موجود تھے ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کی آواز سُن کر قریب آئے اور عرض کیا :

"جناب میری بکریوں میں کوئی بکری دودھ دینے والی نہیں اس لیے معذرت چاہتا ہوں کہ آپ کی تمنّا پوری نہ کر سکا ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اگر اجازت ہو تو سامنے والی بکری کو دیکھ لیا جائے ہو سکتا ہے اس سے دودھ مل جائے ۔"

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا :

"مجھے کوئی اعتراض نہیں، دیکھ لیجئے۔" لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایک دودھ نہ دینے والی بکری سے دودھ حاصل کر لیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اجازت دینا تیرا کام اور بکری کے تھنوں میں دودھ بھر دینا اللہ تعالیٰ کا کام۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، نے بکری پیش خدمت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر جب بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو بکری کے تھنوں سے دودھ جاری ہوگیا۔

اسی دن سے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہو گئے۔ (ابنِ عساکر)

۲

اس واقعہ کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے لگے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَیں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔"

آپؓ کا کیا خیال ہے؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی اپنا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکے تھے۔ فوراً پڑھا:

"لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

بس اسی دن سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ایسے اسیر ہوئے کہ آخری سانس تک یہ تعلق قائم رہا۔

اسلام قبول کرنے پر آپؓ کے سنگ دل، بے رحم مالک نے آپؓ پر سخت سے سخت ظلم کیا، انسانیت سوز اذیتیں دیں۔ شریر لڑکے (امیہ کے کہنے پر جانوروں کی طرح مکہ کے پتھریلے بازاروں میں گھسیٹتے پھرتے اور کڑاکے کی دھوپ میں گرم جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر اوپر گرم پتھر رکھ دیا جاتا آپؓ کا ظالم آقا اپنے ناپاک ہاتھوں سے اِن کے معصوم چہرے پر بے تحاشہ تھپیڑ مارتا اور شرک کرنے کے لیے مجبور کرتا مگر یہ ہر حالت میں ایک ہی نعرہ لگاتے:

احد، احد

(اللہ) ایک ہے۔ (اللہ) ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

ایک دن ابوجہل، امیہ بن خلف اور انکے دوسرے شریر ساتھیوں نے اس قدر مارا کہ تمام جسم لہولہان ہو گیا۔ آخر تھک ہار کر کہنے لگے:

"بلال! آج جو فیصلہ کرنا ہے کرلو، اسلام چھوڑ دو یا جان سے مار دیئے جاؤ گے۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میرے جسم سے میری جان تو نکال سکتے ہو مگر ایمان نہیں۔"

اتفاق سے سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اُدھر سے گزرے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کفار کے ہاتھوں پٹتا دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ کفار سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

"آخر اس مسکین پر کب تک ظلم کرتے رہو گے ؟"

واپسی پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ہونے والے مظالم کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو رحمتہ للعلمین ﷺ کی آنکھیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مصائب سُن کر اشک بار ہوگئیں۔

۳

ایک روز رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت بلال رضؓ کو سخت تکلیف دی جا رہی ہے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر کچھ روپے ہوتے تو بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا جاتا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا مجھے بلال رضؓ خرید دو۔ حضرت عباس رضؓ نے خرید دیا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ رضؓ کو آزاد کر دیا۔

۴

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے والد کا نام رباح، ماں کا نام حمامہؓ، بھائی کا نام خالد، بہن کا نام عفرح تھا، کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالکریم یا ابوعبدالرحمٰن تھی۔ آپ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے۔ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جہادِ شام میں شریک ہُوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ جب تقریبِ فتح کا انعقاد ہوا تو خلیفہ

دوم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج سے پوچھا (جن میں اکثر صحابہ کرامؓ تھے) کہ تمہاری کوئی دلی خواہش ہو تو بتاؤ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یک زبان ہو کر عرض کیا:

"اے امیر المومنینؓ! بلال رضی اللہ عنہ سے درخواست کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے والی اذان سنائیں۔"

جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا اصرار بڑھا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کے لیے تیار ہو گئے اور پھر جب اذان شروع کی اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی صدا بلند ہوئی تو لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور جب پوری محبّت اور درد کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو لوگوں کے رونے سے کہرام مچ گیا۔ قریب تھا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پھٹ جاتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ کلمہ کہہ کر خود بھی زار وقطار رونے لگے۔ آپؓ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گی۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روتے روتے بے تاب ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے روتے نڈھال ہو گئے اور آپؓ کی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے اذان پوری کی۔ اذان کے بعد دیر تک آنسوؤں اور آہوں کا سلسلہ جاری رہا۔

آپ نے دمشق میں ۲۰ ھ کو بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ بابِ صغیر کی طرف مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ابنِ ہشام)

رسولِ اکرمؐ نے مرض الموت میں ابوذرؓ کا ہاتھ جسم سے چمٹا لیا اور رو پڑے

۱

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک اُڑتی سی خبر سُنی کہ مکّہ میں ایک شخص کا ظہور ہُوا ہے جو لوگوں کو ایک خدا کی پرستش کی دعوت دیتا ہے اور بُت پرستی سے منع کرتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پہلے ہی کسی ایسے ہادی کی تلاش میں تھے آپؐ کے ظہور کی خبر سُن کر بے تاب ہو گئے۔ فوراً اپنے بھائی انیس کو صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے مکّہ روانہ کیا۔ انیس مکّہ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنے اور واپس آکر بھائی کو خبر دی کہ لوگ اس داعی کو شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں لیکن بخدا میں نے انہیں ایسا نہیں پایا وہ تو بھلائی کی دعوت دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مختصر جواب پر تسلّی نہ ہُوئی۔ یہ خود مکّہ گئے۔ محسنِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے، کسی سے پوچھنا بھی خلافِ مصلحت سمجھا۔

زم زم کا پانی پیا اور بیت اللہ شریف میں لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی لیٹا ہوا ہے۔ قریب آئے اور کہا:

"مسافر معلوم ہوتے ہو۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا چلو آج رات میرے ہاں بسر کر لو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ چل پڑے۔ رات گزار کر صبح پھر ہادئ برحق کی تلاش میں کعبہ شریف میں آکر لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر آپہنچے اور کہا: شاید تمھیں اپنی منزل نہیں ملی۔ انھوں نے کہا: "جی ہاں" آپ پھر انھیں ساتھ لے گئے اور پوچھا: بھائی میں تمھیں کئی دن سے یہاں دیکھ رہا ہوں۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور تمھارے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم وعدہ کرو کہ میری بات راز میں رکھو گے تو بتا دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وعدہ رہا میں تمھاری بات راز میں رکھوں گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے سُنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو خود کو اللہ کا نبی بتاتا ہے میں اسکی ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا: "اچھا ہوا کہ تم مجھ سے ملے تم جس کی تلاش میں ہو۔ بلاشبہ وہ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔"

یہ سنتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی۔ فوراً عرض کیا خدا کے لیے مجھے جلدی سے اس ہستی سے ملواؤ۔ حضرت علیؓ ابوذرؓ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت ابوذرؓ نے جب پہلی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مطمئن ہو گئے کہ واقعی یہ اللہ کے

رسولؐ میں۔ خدمتِ نبویؐ میں پہنچتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے بتائیے اسلام کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی کچھ باتیں ایسے مؤثر انداز سے بیان کیں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔ (صحیح بخاری)

بعض روایات کے مطابق آپ کئی دن تک صرف زمزم پر ہی گزارا کرتے رہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف بخشا اور یہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بھائی اتنے دن تم نے کیا کھایا؟ عرض کیا: اللہ کے رسولؐ! صرف زمزم کا پانی پی کر ہی وقت گزارتا رہا ہوں۔ اس وقت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے پاس تھے۔ عرض کرنے لگے: اللہ کے رسولؐ! اگر اجازت ہو تو میں انھیں کچھ کھلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، ہاں ضرور۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمراہ گئے۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپؐ اور ابوذرؓ کے آگے طائف کے کچھ خشک انگور لا کر رکھ دیئے۔ قیامِ مکّہ کے دوران حضرت ابوذرؓ کی یہ پہلی غذا تھی جو نصیب ہُوئی۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ابوذرؓ! تم ابھی اسلام کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن چلے جاؤ وہاں جا کر اپنے قبیلے کو دعوتِ توحید دو جب تمھیں ہمارے غلبہ کی خبر مل جائے

تو پھر آجانا۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا اللہ کے رسول ! آپ مجھے اجازت دیں میں ان دشمنوں میں اسلام کا اعلان کر کے جاؤں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا جوش وجذبہ دیکھ کر اجازت دے دی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سیدھے بیت اللہ شریف میں گئے وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ آپ رضی نے بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

"لوگو، سُن لو ! اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچّے رسُول ہیں۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابھی توحید و رسالت کی یہ صدا گونجی ہی تھی کہ مشرکینِ مکّہ آپ رضی پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر لہو لہان کر دیا اتنے میں حضرت عباس رضی آ گئے۔ تلاشِ حق کے اس مسافر کو لہولہان دیکھ کر دل بھر آیا۔ فوراً آپ رضی کے اوپر گر گئے اور مشرکین سے کہا چھوڑ دو، اس غریب الوطن کو کیوں مارتے ہو؟ حضرت عباس رضی کے کہنے پر لوگ رک گئے۔

ادھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو توحید کا ایسا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ دوسرے دن پھر بیت اللہ شریف میں کھڑے ہو کر باآواز بلند لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دینے لگے۔ مشرکین نے پھر مارنا شروع کیا۔ حضرت عباس رضی نے پھر چھڑوا دیا۔ (حضرت عباس رضی ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے مشرک ان کی بات مان جاتے تھے۔)

تیسرے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پھر خانہ خدا میں گئے اور

بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھ کر لوگوں کو دعوتِ توحید دی۔ لوگوں نے پھر آپؓ کو بے تحاشہ مارا۔ قریب تھا کہ آپؓ کو جان سے مار دیں اتنے میں حضرت عباسؓ پھر آئے اور کہا: "بدبختو! یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اگر تم نے اس کو مار ڈالا تو پھر یہ یاد رکھنا کہ تمھارے تجارتی قافلے منزلِ مقصود تک نہ پہنچا کریں گے۔ خواہ مخواہ غفاریوں کی دشمنی کیوں مول لیتے ہو؟"

مشرکین نے حضرت عباسؓ کی یہ باتیں سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ اب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے وطن واپس لوٹ گئے اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی، ان کی دعوت پر آدھا قبیلہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ آدھا قبیلہ کچھ عرصہ بعد دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوا۔

۲

ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے درمیان بیٹھے تھے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کے بال سفید ہو چکے تھے۔ انھوں نے آتے ہی بڑی محبت سے آپ کو سلام کیا (حضرت ابوذرؓ کو دیکھتے ہی) آپؐ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور ارشاد فرمایا:

"ما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراءُ
اصدق لهجة من ابی ذر"

ترجمہ: "آسمان کسی ایسے انسان پر سایہ فگن نہیں ہوا اور زمین نے کسی

ایسے شخص کو اپنے اوپر نہیں اٹھایا جو ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچ بولنے والا ہو۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ابوذر رضی اللہ عنہ سے بے حد عقیدت و محبّت تھی جب سارا مکہ آپ کی تکذیب کر رہا تھا سوائے چند اشخاص کے اس وقت حضرت ابوذرؓ نے آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی۔ پھر ساری زندگی آپ کی محبت کا دم بھرتے رہے۔

۳

۹ھ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک پر روانہ ہوئے تو اس مشکل ترین سفر میں بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ راستہ میں آپؓ کا اونٹ سست پڑھ گیا تو لشکر سے بہت پیچھے رہ گئے۔ آخر اونٹ سے اُترے اس کو وہیں چھوڑا اور سامان کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر پیدل ہی چل پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک مقام پر جا کر قیام کیا، تو دور سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ کسی نے کہا وہ دُور سے کوئی آتا ہوا نظر آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوذرؓ ہوں گے۔ جب یہ قریب آئے تو لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! حضورؐ یہ ابوذرؓ ہی ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر خود ان کے کندھوں سے سامان اتارا اور فرمایا:

"ابوذرؓ اکیلے ہی چلتے ہیں، اکیلے ہی مریں گے اور قیامت کے دن اکیلے ہی اُٹھیں گے۔"

پھر چشمِ فلک نے دیکھا اور کائنات کے ذرہ ذرہ نے گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سچ نکلی۔

۴

رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ابوذرؓ کے دل کی دُنیا ویران ہوگئی۔ دل بے قرار اور اُداس رہنے لگا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت سے ایک یا دو دن پہلے سہارے کے ساتھ مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ ابوذرؓ بھی لوگوں کو چیرتے ہوئے اپنے خلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کے لیے آگے بڑھے۔ (لوگوں سے آپؐ کا گفتگو فرمانا حضرت ابوذرؓ کے لیے وجہ سکون بن گیا) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کی کوشش کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ پھر پریشان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں تشریف لے گئے۔ آپؐ بستر پر پڑے ہوئے تھے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا خیال آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ کو پیغام بھیج کر بلایا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ، لمبے لمبے قدم بھرتے ہوئے اپنے خلیل حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے دوڑے آئے۔ آکر جو دیکھا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر پڑے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا۔ والہانہ محبت سے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے اوپر جھک پڑے اور زور زور سے رونے لگے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبّت سے ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے جسمِ اطہر سے چمٹا لیا اور خود بھی رونے لگے۔

یہ بڑا ہی رقت انگیز منظر تھا جس کو دیکھ کر آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے اصحاب بھی رونے لگے۔ پھر آپؐ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو تسلّی دی۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہانِ فانی کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے خالق سے جا ملے۔

(ملخص صحاح ستہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمیہؓ رضی اللہ عنہا کی بے بسی دیکھی تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا اور آپؐ کی پاک تعلیم حضرت سمیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں تک پہنچی تو یہ اپنے شوہر اور بیٹوں کے ساتھ داخلِ اسلام ہو گئیں۔

کفار نے (روز بروز مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی تعداد کو دبانے کے لیے مسلمانوں پر بے تحاشہ ظلم وستم ڈھانے شروع کر دیئے بلا تخصیص مرد و عورت ہر کلمہ گو کے خون کے پیاسے بن گئے۔) ابتدائے ایام اسلام میں حضرت سمیہؓ رضی اللہ عنہا نے جب برملا اپنے اسلام لانے کا اظہار کیا تو ایک دن کفار نے اس ضعیف العمر خاتون کو لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی ہوئی دھوپ میں گرم زمین پر ڈال دیا۔ (اتفاق سے) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو حضرت سمیہؓ رضی اللہ عنہا کی یہ بے بسی دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ زبانِ اقدس سے ارشاد فرمایا:

"سمیہؓ! صبر کرو، تمھارا ٹھکانا جنت ہے۔"

ایک روز رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے

شوہر یاسرؓ اور ان کے بیٹے عمارؓ کو کفار کے ہاتھوں عذاب سہتے دیکھ کر فرمایا:

اصبروا یا اٰل یاسر فان موعدکم الجنۃ

"یاسرؓ والو! صبر کرو، تمھارا مقام جنت ہے۔"

ملعون ابوجہل اور اس کے ساتھی ان مظلوموں کو مارتے اور کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھّو۔

ایک روز ابوجہل نے حضرت سمیّہ کو شرک کرنے پر بہت زور دیا مگر انھوں نے توحید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ابوجہل ملعون نے آپؓ کی اندام نہانی میں نیزہ مارا اور آپ کو جان سے مار ڈالا۔ حضرت سمیّہؓ پہلی خاتون ہیں جو اسلام کے لیے شہید کی گئیں۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا۔

(مدارج النبوّۃ)

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مکّہ اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو اللہ کی قسم میں کبھی بھی نہ جاتا،

جب اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مکّہ مکرمہ میں مشہور صحابہ کرامؓ میں سے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تو کفارِ مکّہ نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دارالندوہ میں جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا اچھّا موقع ہے۔ بہت سے لوگوں نے مختلف تجاویز پیش کیں آخر ابو جہل کی اس تجویز کا سب نے خیر مقدم کیا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک بہادر آج رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا گھیراؤ کرے اور جب صبح محمّد صلی اللہ علیہ وسلم، نماز کے لیے گھر سے نکلیں تو یکبارگی حملہ کر کے آپؐ کو قتل کر دیا جائے۔

ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے اس ارادے کی خبر ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بُلا کر فرمایا:

"مجھے ہجرت کا حکم مل چکا ہے میں آج رات مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے بستر پر چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو میرے پاس رکھّی ہوئی

لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ چلے آنا اس کے بعد سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ چلنے کا فرمایا۔ جب رات کا سناٹا چھا گیا اور کفار نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طے شدہ پروگرام کے مطابق کفار کا محاصرہ توڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے نکلے۔ مکہ مکرمہ کو چھوڑتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ پھر پُرنم آنکھوں سے بیت اللہ شریف کی زیارت کی اور فرمایا:

"بیت اللہ تجھے چھوڑ کر جانے کو دل تو نہیں چاہتا لیکن کیا کروں تیرے باسیوں نے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

حدیث شریف میں آپؐ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ:

"(اے مکہ) اللہ کی قسم! تو اللہ کی زمین کا سب سے بہترین ٹکڑا ہے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب (بخدا) اگر مجھے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی یہاں سے نہ جاتا۔"

آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑا اور غارِ ثور میں تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

رحمتِ عالم کے آنسوؤں سے عثمان بن مظعونؓ کے رخسار تر ہو گئے

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا کہ جب اسلام لانا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں انھوں نے ایامِ جاہلیّت میں ہی شراب کو چھوڑ دیا تھا۔ کسی نے ترکِ شراب کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں ایسا کام کیوں کروں جس سے اپنی عقل کھو بیٹھوں۔ اور ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے انسانوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دوں، اور بیٹی و بہن کی تمیز سے بھی جاتا رہوں۔ یہ بزرگ بہت شریف اور دردِ دل رکھنے والے انسان تھے۔ انھوں نے جب قرآن کریم کی یہ آیتِ کریمہ سنی تو اسلام کے گرویدہ ہو گئے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ہ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل کا اور حسن سلوک اور اہلِ قرابت کو دیتے رہنے کا حکم دیتا ہے اور مطلق برائی سے اور ظلم سے ممانعت کرتا ہے وہ تمھیں یہ نصیحت دیتا ہے اس لیے کہ تم نصیحت قبول کرو۔

۲

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خطاب میں صرف عذابِ الٰہی سے ہی خوف دلاتے رہے تو یہ بزرگ بھی ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو رُہبانیت کے لیے تیار ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہُوا تو ان کو بُلا کر فرمایا: "یہ تم نے کیا کیا ہے"

انھوں نے عرض کیا میں نے یہ عیش (عورت سے علیحدہ رہنا) خدا کی رضا کے لیے چھوڑ دی ہے تاکہ پوری طرح یکسو ہو کر خدا کی عبادت کر سکوں بلکہ میرا تو ارادہ ہے کہ میں خود کو مردانہ صفات سے ہی محروم کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ کرنا۔ (چنانچہ آپ کے ارشاد پر انھوں نے عمل کیا)

۳

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے ہجرتِ حبشہ اور مدینہ کا شرف حاصل کیا تھا۔ بدر میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ قیام مدینہ کے ۲۲ ماہ کے بعد آپؓ کا انتقال ہوا۔ مہاجرین میں سے یہ پہلے بزرگ تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ غسل و کفن کے بعد رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کو بار بار چوما اور زار و قطار رونے لگے آپؐ کے آنسوؤں سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے رخسار تر ہو گئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنکر (رقیہؓ، عثمانؓ جاچکے اب تم بھی اُسے جاملو) عورتوں میں کہرام مچ گیا

۱

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ جب آپؐ کی عمر مبارک ۳۳ برس کی ہوئی تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ یہ اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ جب سورت تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں عتبہ (جس سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا منسوب تھیں) اور عتیبہ (جس سے حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا منسوب تھیں) سے کہا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دیتے تو میرے لیے تم سے ملنا حرام ہے۔

(اصابہ)

چنانچہ ان دونوں نے بدبخت باپ کے اکسانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوںؓ کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

۲

کفار مکہ نے جب مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دے دی مسلمان جب حبشہ چلے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر حبشہ چلے گئے۔ آپؐ کو ان کی ہجرت کا علم ہوا تو ارشاد فرمایا:

"حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی۔"

سرزمینِ حبشہ پر کچھ عرصہ تک قیام کے بعد یہ واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے یہاں جب کفار کی بدسلوکیاں زیادہ ہی بڑھ گئیں تو پھر واپس حبشہ چلے گئے ایک عرصہ تک جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کوئی خبر نہ آئی، تو آپؐ بہت مغموم ہوئے ایک روز کسی عورت نے آ کر خبر دی کہ میں نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بچشمِ خود بخیریت دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ سے کچھ پہلے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی مکہ تشریف لائے۔ یہاں چند روز قیام کے بعد آپ کی اجازت سے پھر مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے اس کے چند دن بعد ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لے گئے۔

۳

۲ھ کو جب معرکہ بدر پیش آیا تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا چیچک کے مرض میں صاحبِ فراش تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر روانگی سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو فرمایا: تم رقیہؓ کی خبر گیری کے لیے مدینہ ہی ٹھہرو تمھیں اس کی تیمارداری کی وجہ سے جہاد میں شامل ہونے کا ثواب ملے گا اور مالِ غنیمت سے حصّہ بھی۔ آپؐ بدر میں ہی تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ (یہ عجیب اتفاق تھا کہ ادھر مسلمان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتار کر اوپر مٹی ڈال رہے تھے۔ ادھر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ فتح بدر کی بشارت لے کر مدینہ میں داخل ہو رہے تھے۔)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غم زدہ ہوئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے۔ سرے قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

"عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جا چکے ہیں۔ رقیہؓ اب تم بھی ان سے جا ملو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر عورتوں میں کہرام مچ

گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو یوں روتے دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے فوراً انھیں منع کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"عمرؓ انھیں رونے دو دل اور آنکھ کے رونے میں تو کوئی حرج نہیں"

ہاں نوحہ و بین نہیں چاہیئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو بہن رقیہؓ کی قبر کے پاس بیٹھ کر رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک چادر کے کنارے سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو پونچھتے تھے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی اُمِّ کلثومؓ کی قبر پر

۱

حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری بیٹی تھیں۔ ۳ سنہ ھجری میں ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہُوا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"عثمانؓ! یہ جبریلؑ ہیں اور میری طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے ہیں کہ مَیں اپنی دوسری بیٹی کا نکاح تم سے کر دوں۔" (حاکم - ازالۃ الخفاء)

۲

جن دنوں حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی انہی دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی بات کی، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ مانے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس انکار کا بہت صدمہ ہُوا۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے عمرؓ! تم فکر نہ کرو، عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر بیوی ملے گی اور حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر ملے گا۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیّدہ حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر حضرت محمدؐ نصیب ہوئے اور امّ المومنین بننے کا اعزاز نصیب ہو گیا اور حضرت عثمانؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو نکاح میں لینے کا شرف نصیب ہو گیا۔ ۹ سنہ ہجری میں جب حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو تدفین کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جگر گوشہ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خادمِ رسول حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری شریف)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کرنے لگے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں

سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس وقت پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ ان کا نکاح مکّہ ہی میں حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت ابوالعاصؓ کی والدہ حضرت ہالہؓ بنت خویلد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں۔ یہ نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ہوا تھا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی والدہؓ کے ساتھ ہی داخلِ اسلام ہوگئی تھیں مگر ابوالعاصؓ کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگِ بدر میں حضرت ابوالعاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبداللہؓ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی رہائی کے لیے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے ایام اسلام میں کفارِ مکّہ نے حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو بہت اکسایا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دے مگر آپؓ نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی توصیف شکرگزاری کے

ساتھ فرمائی تھی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بدر سے رہائی پاتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ زینبؓ کو ہجرت کی اجازت دے دوں گا۔ چنانچہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے اپنے والدِ مکرم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئیں۔

سفرِ ہجرت میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنھا کی مزاحمت احبار بن اسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمہ سے سیّدہؓ کا حمل ساقط ہو گیا تھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (احبارؓ بن الاسود فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور آپؐ نے ان کا جُرم معاف کر دیا تھا۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ زینبؓ کی منقبت میں فرمایا ہے:

ھِیَ افضل بناتی اصیبت فیَّ

"یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لیے اسے مصیبت پہنچی۔"

حضرت ابوالعاصؓ کو سیّدہ زینب رضی اللہ عنھا سے بہت محبّت تھی۔ ابوالعاصؓ سنہ ۶ ہجری میں تجارت کے لیے شام گئے تھے اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریقِ جنگ تھا۔ اس لیے حضرت ابوبصیرؓ اور حضرت ابوجندلؓ کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے۔ اب سرحدِ شام پر ایک پہاڑ پر پناہ گزیں تھے انھوں نے اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا مگر ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو گرفتار نہ کیا۔ حضرت ابوالعاصؓ وہاں سے سیدھے مدینہ طیبہ پہنچے۔ نماز صبح کے وقت سیّدہ زینبؓ کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی:

اِنی قد اجرت اباالعاص بن الربیع

"مَیں ابوالعاصؓ بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں"

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے نماز سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو تم نے بھی کچھ سُنا ہے جو میں نے سُنا ہے۔" سب نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا:

" اما والذی نفسی بیدہ ماعلمت بشیءٍ کان

حتی سمعت منہ معکم انہ یجیر

علی المسلمین ادناھم"

بخدا مجھے اس سے پہلے کچھ علم نہ تھا میں نے یہ آواز تمھارے ساتھ ہی سُنی ہے اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی ہے۔

یہ ارشاد فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر بیٹی کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: "بیٹی ابوالعاصؓ کو عزت سے ٹھہراؤ اور خود اس سے الگ رہنا تو اسے حلال نہیں ہے۔"

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ تو مالِ قافلہ واپس لینے آئے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی: "اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو، تم کو اس کا جو مال ہاتھ لگ گیا ہو تو یہ دادِ الٰہی ہے مگر مَیں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور

مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔"

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل کی رسّی بھی واپس کر دی۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سارا مال لے کر واپس مکہ پہنچے اور ہر ایک شخص کی ذرّہ ذرّہ چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ اگر کسی شخص کا کچھ میرے ذمے حساب ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا، اللہ تجھے جزائے خیر دے تم تو وفی وکریم نکلے۔ تب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا اب تک مجھے یہی مال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی۔ خلعت اسلام سے ملبس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ جا رہا ہوں۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سال کی مفارقت کے بعد نکاح اوّل پر ہی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔ اس رخصتی کے بعد سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہیں ۸ھ میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔ (ابنِ ہشام)

حضرت امِ ایمن، حضرت سودہ اور حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق غسل دیا۔ یہ بزرگ مائیں غسل دے چکیں تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپؐ نے اپنا تہبند اپنے جگر گوشہ کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: اس کو

کفن کے اندر سے پہنا دو۔ صحیح بخاری میں حضرت امّ عطیہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں بھی اس غسل دینے میں شریک تھی اور آپؐ نے مجھے فرمایا تھا: اے ام عطیہؓ! میری بیٹی کو اچھی طرح کفن پہنانا۔"

غسل اور کفن سے فراغت کے بعد جب نمازِ جنازہ کے لیے میت لائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز پڑھائی۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قبر میں اُترے تدفین کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں اور زبانِ اقدس سے یہ ارشاد فرمایا کہ:

"زینبؓ، میری زینبؓ! میری سب سے اچھی بیٹی
تھی جو میری محبت میں بہت ستائی گئی۔"

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

(ابن ہشام، رحمۃ للعالمین)

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، رخصتی کا رقّت انگیز منظر

۱

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چوتھی بیٹی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ سے اور حضرت فاطمہؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ ہجرت فرمائی تو اس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سنِ بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ مواہبُ الدنیہ، مسندِ احمد اور حاکم میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے نکاح کی درخواست سب سے پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی مگر آپؐ خاموش رہے بعض روایات کے مطابق آپؐ نے فرمایا: جو خدا کا حکم ہوگا۔ (دیکھا جائے گا) پھر ان دونوں بزرگوں کے ترغیب دلانے پر حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ نکاح کی بات کرنا چاہتے تھے مگر فطری حیا مانع ہوئی تو خاموش شرماتے ہوئے آپؐ کے پاس بیٹھ گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بات شروع کی: "اے علیؓ! آج تم خلافِ معمول خاموش کیوں بیٹھے ہو؟

لعلک جئت تخطب فاطمۃ۔

"شاید کہ تم فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منگنی کرنا چاہتے ہو۔"

حضرت علیؓ نے عرض کیا: "نعم"۔ جی ہاں۔

آپؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم جاکر ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو بُلا لاؤ۔ یہ بلانے گئے جب یہ حضرات تشریف لے آئے تو مجلس نکاح منعقد ہُوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انتہائی بلیغ خطبہ دیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میں نے تمہارا نکاح فاطمہؓ بنتِ محمدؐ سے ۴۸۰ مثقال حق مہر کے عوض کر دیا ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے منظور کیا۔ پھر آپؐ نے کھجوروں کا ایک طباق منگوا کر حاضرین میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

—— ۲ ——

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے وقت بیٹی کو کیا دیا؟ اگر روایات کو جمع کریں تو یہ جہیز بنتا ہے:

"ایک چارپائی، ایک چکّی، ایک مشکیزہ، ایک پیالہ، دو گدّے جو کھجور کے پتوں سے بھرے ہوئے تھے۔"

جب یہ سامان تیار ہو چکا تو حضرت امّ ایمنؓ، سیّدہ فاطمہؓ کو لینے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہراتؓ کو فرمایا۔ میری

بیٹی کو رخصتی کے لیے تیار کرو۔ یہ وقت سب کے لیے انتہائی درد وغم میں ڈوبا ہوا اور بہت ہی رقّت انگیز منظر تھا۔ بالخصوص والد محمدؐ اور بیٹی فاطمہؓ کے لیے تو یہ بہت ہی درد میں ڈوبا ہوا منظر تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی پھر جب امّ سلمہؓ کی زبان سے عین رخصتی کے وقت یہ بات نکل گئی کہ اے کاش آج اپنی بیٹی کی رخصتی کے وقت حضرت خدیجہؓ بھی زندہ ہوتیں اور وہ اپنی بیٹی کے سر پر دستِ شفقت رکھتیں۔ حضرت خدیجہؓ کا نام حضرت امِّ سلمہؓ کی زبان پر آنا تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ آپؐ کی آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو جاری ہو گئے۔

فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال
خديجة واين مثل خديجة صدقتنى
وارزقنى على دين الله واعانتنى عليه بمالها۔

ارشاد فرمایا: امّ سلمہ تم نے صحیح کہا۔ خدیجہؓ خدیجہ ہی تھیں۔ اس نے میرے لیے بہت مصائب برداشت کیے۔ اس نے اپنا تمام مال میرے لیے وقف کر دیا اس نے سب سے پہلے میری نبوت کی تصدیق کی۔

کاش خدیجہؓ اس وقت زندہ ہوتیں۔ اسے دنیا سے جاتے وقت اپنی بیٹی کی بہت فکر تھی وہ حسرت سے کہا کرتی تھی کہ میں اپنی بیٹی کی شادی (شاید) نہ دیکھ سکوں۔ انہیں اس کا بہت قلق تھا کہ میں فاطمہؓ کا جہیز اپنے ہاتھوں سے نہ بنا سکوں گی۔ اسی حسرت کے ساتھ وہ رخصت ہو گئیں۔ پھر فرمایا۔ امّ سلمہؓ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا اور اس کو ایسے

ہی منظور تھا۔ ہم اس کے حکم کے متبع ہیں۔

ادھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی رخصتی کے وقت مشفق ماں کی یاد نے اتنا بے قرار کر دیا کہ آپ رضؓ گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اتنا روئیں کہ آپ کا مقدس دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لختِ جگر کو سینے سے لگایا اور آنسو پونچھتے ہوئے ارشاد فرمایا: بیٹی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ (پیاری بیٹی) رو نہیں میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ فرماتے ہوئے آپؐ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔

فداہ ابی و امیؓ

اربابِ سیرّ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ جسم پر بہت ہی معمولی قسم کا لباس تھا۔ اور آٹا گوندھتے ہوئے تلاوتِ قرآنِ مجید کر رہی تھیں یہ منظر دیکھ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے سیّدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر عرض کیا: آہ! کتنی تکلیف ہے میرے ابّا کو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا آج کے بعد تیرے باپ کی تمام تکالیف ختم ہو جائیں گی۔ چہرہ مبارک

کبھی سرخ ہوجاتا تھا اور کبھی زرد، اسی حالت میں پیاری بیٹی کو بلایا، کان میں کوئی بات کہی تو یہ رو پڑیں، پھر کوئی اور بات کہی تو مسکرا دیں۔

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مَیں نے پوچھا: فاطمہؓ! وہ کیا بات تھی جو آپؐ نے تجھ سے کہی؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کی، پیاری (ماں) ابّاؐ نے مجھ سے فرمایا تھا مَیں اس مرض میں فوت ہو جاؤں گا یہ سُن کر مَیں رو پڑی۔ پھر فرمایا، بیٹی میرے خاندان کے سب لوگوں سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو یہ بشارت سُن کر مَیں خوش ہو گئی۔ باپ سے بے پناہ محبّت رکھنے والی یہ بیٹی آپؐ کی وفات کے بعد بہت ہی غمزدہ رہنے لگی۔ مورخین نے لکھّا ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد کسی نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ آخر سیّدۃ النساء آپؐ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد جلد ہی اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

۷ سنہ ہجری کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف ونواح کے بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط مبارک بھیجنے شروع کیے تو ان میں سے ایک خط عزیزِ مصر (مقوقش) کے نام بھی تھا جسے مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے اس نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن سفیرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم وتوقیر کی جب حضرت حاطب واپس ہوئے تو اس نے دو قبطی لڑکیاں ان کے ساتھ کر دیں کہ میری طرف سے آپؐ کی خدمت میں نذر کی جائیں، ساتھ ہی ایک خط بھی آپ کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں لکھا تھا کہ یہ دونوں لڑکیاں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑا درجہ رکھتی ہیں یہ دو لڑکیاں حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ اور حضرت سیرینؓ تھیں۔ واپسی پر راستہ میں حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے یہ دونوں مسلمان ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حسنِ سیرت اور حسنِ صورت دونوں خوبیوں سے مزین کیا تھا۔ حضرت حاطبؓ نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیرینؓ کو حضرت حسان بن

ثابت رضی اللہ عنہ کی ملکِ یمین میں دے دیا اور حضرت ماریہ قبطیہؓ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ سنہ ۹ ہجری میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ابھی ایام رضاعت بھی پورے نہ ہونے پائے تھے کہ تقریباً ۹ یا ۱۸ ماہ کی عمر میں آپ خلدِ بریں کو سدھارے۔ حضرت ابراہیم کے داغِ مفارقت دے جانے سے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا بے اختیار رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی اشکبار ہوئیں۔ پھر جب چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جب قبر تیار ہو گئی، تو آپ سرِ قبر کھڑے ہو گئے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اٹھا کر قبر میں اتارا جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر اس عظیم صدمہ کے وقت یہ تاریخی کلمات ارشاد فرمائے:

لولا انہ امر حق ووعد صدق وان اخرنا
سیحق اولنا لحزنا علیک حزنا او
اشد من ھٰذا وانا بک یا ابراھیم
لمحزونون تبکی العین ویحزن القلب
ولا نقول ما یسخط ربہ۔

ترجمہ: ہم جانتے ہیں کہ موت کا وعدہ حق و سچ ہے اور بلاشبہ پیچھے رہ جانے والے پہلے جانے والوں سے جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کو

ابراہیمؓ کا غم اس سے بھی زیادہ ہوتا۔ ابراہیمؓ! تیری جدائی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو اور دل میں غم ہے مگر ہم کوئی ایسی بات زبان پر نہ لائیں گے جس سے رب ناراض ہو۔" (بات وہی ہوگی جو رب کو پسند ہو)[ا]

[ا] فائدہ: زمانہ جاہلیت میں لوگ ستاروں کی تاثیر زمین پر پڑنے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جس دن فوت ہوئے اتفاق سے اس دن سورج کو گرہن لگ گیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عین اس غم کی حالت میں بھی خطبہ دے کر اس چیز کا ردّ کیا کہ (ستاروں کی کیا حقیقت ہے؟) چاند سورج تو اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ یہ کسی بڑے چھوٹے کی موت پر گرہن نہیں کھاتے۔ جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔ (تیسیر الباری)

حضرت زینبؓ کے بچے کی وفات پر محسنِ عالمؐ کے آنسو

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ جب آپؐ کی عمر تیس سال کی تھی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینبؓ سے بے حد محبت تھی۔ یہ اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخلِ اسلام ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع سے کیا تھا۔ حضرت زینبؓ کے بطن سے ایک بیٹا علیؓ اور ایک بیٹی امامہؓ پیدا ہوئیں۔ حضورؐ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح ان کے بچوں سے بھی بے حد محبت تھی۔

صحیح البخاری شریف میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ (مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کی بیٹی (زینبؓ) کا خادم آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسولؐ! زینبؓ آپؐ کو بلا رہی ہے اور اس کا بچہ بسترِ مرگ پر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی سے کہ دو:

اِنَّ اللّٰہَ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فلتصبر وَلْتَحْتَسِبْ۔

ترجمہ "بلاشبہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لے لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے پس چاہیئے کہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔"

خادم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک پہنچا دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر پیغام بھیجا اور قسم دلائی کہ آپؐ ضرور تشریف لائیں۔ (یہ سُن کر) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے۔ آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنھم بھی تھے جب بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تو وہ اس وقت دم توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو گود میں لیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو تعجب سے پوچھا اللہ کے رسولؐ یہ کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رحم دلی ہے۔

اللہ تعالیٰ انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(بخاری)

چھ سالہ بچی نے آپؐ کی وفات کے وقت سینہ مبارک پر سر رکھ دیا اور زار و قطار رونے لگی

یہ وہ عظیم بچی تھی جس کے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نانی امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا ہیں۔ باپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ماں سیدۃ النساء رضی اللہ عنھا ہیں۔ چچا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنھما ہیں۔

۱۱ سنہ ہجری اور ۱۲ ربیع الاوّل کے دن آپ کی تکلیف بڑھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کو حکم دیا کہ اپنے بچوں کو میرے پاس لاؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا نے اباؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ بچوں نے نانا کی بے چینی و بے قراری دیکھی تو بے اختیار رونے لگے۔ ان میں سے ایک چھ سالہ بچی نے تو نانا کو یوں کرب کی حالت میں بستر پر لیٹے دیکھا تو اتنی غمزدہ ہوئی کہ آپ کے سینۂ مبارک پر اپنا سر رکھ کر سسکیاں بھرنے لگی اور رو رو کر ہچکی بندھ گئی۔ شفیق نانا نے اس پیاری بچی کی پیشانی چومی اور دستِ شفقت سر پر پھیر کر دلاسہ دیا۔ یہ وہی بچی تھی کہ جس کی پیدائش کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں موجود نہیں تھے۔ جب واپس

مدینہ تشریف لائے تو سیّدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کو گود میں اُٹھایا اور بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر دہنِ مبارک میں کھجور چبائی، اور لبِ مبارک بچی کے منہ میں ڈالا۔ پھر اس بچی کا نام زینب رضی اللہ عنہا تجویز کیا اور فرمایا کہ یہ ہم شبیہہ خدیجہؓ ہے۔ بعد میں اس بچی کی کنیت امّ المصائب مشہور ہوئی۔

رحمۃ للعالمینؐ فاطمہ بنتِ اسدؓ کی قبر میں لیٹ گئے باہر نکلے تو آنسو جاری تھے اور ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں آئے ہوئے ابھی چار پانچ سال ہی گزرے ہوں گے کہ ایک روز ایک اندوہناک خبر سن کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بے تاب ہو گئے اور آپؐ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔

یہ خبر حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کی وفات کی تھی۔ آپؐ فوراً اُٹھے اور میت والے گھر تشریف لے گئے۔ میت کے سرہانے کھڑے ہو کر سخت غم کی حالت میں فرمایا: "اے میری ماں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں۔ آپ خود بھوکی رہ کر مجھ کو کھلاتی تھیں۔ آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی مگر مجھے پہناتی تھیں۔ پھر آپؐ نے اپنی مقدس قمیص گھر والوں کو دی اور فرمایا کہ میری ماں کو میری قمیص کا کفن پہنا دو۔" اس کے بعد آپ نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ جنت البقیع میں جا کر قبر کھود و۔ جب قبر کا اوپر کا حصہ کھودا جا چکا

تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اُترے اور لحد خود کھودی اور اپنے دستِ مبارک سے مٹی باہر نکالی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں لیٹ گئے اور دعا مانگی: "الٰہی میری ماں کی مغفرت فرما، اور (اس قبر کو) ان کے لیے وسیع کردے۔" جب دعا مانگ کر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے نکلے تو سخت غم کی وجہ سے ڈاڑھی مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر رخساروں کو تر کر رہے تھے۔

یہ بزرگ خاتون قریش کے رئیس ہاشم بن عبد مناف کی پوتی، عبدالمطلب کی بھتیجی اور بہو، عمِ رسول ابوطالب کی زوجہ اور آپؐ کی چچی، حضرت جعفر طیار اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہما کی والدہ، حضرت فاطمہ بنتِ اسد تھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی اور چچا تھے۔

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل وہاں پہنچ گیا اس نے آتے ہی پہلے آپؐ کو گالیاں دیں اور جب آپؐ گالیاں سُن کر خاموش رہے تو اُس نے ایک پتھر اُٹھا کر آپؐ کے سر مبارک پر دے مارا جس سے آپؐ کے سرِ اقدس سے خون بہنے لگا۔ جب اس کی خبر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو یہ قرابت کے جوش میں ابوجہل سے انتقام لینے کے لیے اس کے پاس پہنچے۔ جاتے ہی کمان زور سے اُس کے سر پر دے ماری۔

ابوجہل اس سے بُری طرح زخمی ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ یہاں سے ہٹ کر سیدھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا بھتیجے! خوش ہو جاؤ۔ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: چچا جان میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ مجھے اگر خوش کرنا ہے تو مسلمان ہو جائیے۔ آپؓ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس کے بعد زندگی بھر اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے۔ مکّہ سے نبوت کے ۱۳ ویں

سال تمام صحابہؓ ہجرت کر کے مدینہ چلے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی حفاظت ایمان کی خاطر مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے آئے۔

غزوہ بدر

۲ سنہ ہجری میں جب غزوۂ بدر پیش آیا اور دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو کفار کی طرف سے ان کا سردار عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید میدانِ جنگ میں نکلے یہ تینوں فنونِ حرب کے استاد مانے جاتے تھے۔ ان کے مقابلے میں انصاری جوان آئے تو قریش نے کہا ہمارے مقابلہ میں قریشی بہادر ہی آئیں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا "حمزہؓ تم نکلو، علیؓ تم نکلو، عبیدہؓ تم نکلو" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنتے ہی یہ جانثار شیروں کی طرح کفار کے مقابلہ میں نکلے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی وار میں عتبہ کا کام تمام کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ولید کو واصلِ جہنم کیا۔ حضرت عبیدہؓ اور شیبہ کے درمیان دیر تک مقابلہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبیدہؓ زخمی ہو گئے مگر شیبہ بھی زندہ نہ بچ سکا۔

آخر گھمسان کا رَن پڑا اور دونوں جماعتیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جدھر کا بھی رُخ کرتے گاجر مُولی کی طرح کفار کو کاٹ کاٹ کر گراتے جاتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور کفار بری طرح شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنگِ اُحد

غزوہ بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لیے کفارِ قریش شوال ۳ ہجری کو جب پانچ ہزار بہادروں کا لشکر لے کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے مکہ چلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں سے مشورہ کیا۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر مدافعت کی جائے۔ اکابر مہاجرین اور انصار نے بھی اس کی تائید کی مگر بہت سے جوشیلے نوجوان یہ کہنے لگے کہ ہم مدینہ سے باہر کھلے میدان میں زندگی کے آخری سانس تک کفر و شرک کے ان طوفانوں سے ٹکرائیں گے۔ (چنانچہ) جبلِ اُحد پر یہ مقابلہ ہُوا۔

جنگ کے شروع میں اہلِ اسلام کا پلہ بھاری رہا اور کفار شکست کھا کر مرنے اور بھاگنے لگے۔ مگر عین اس وقت مسلمانوں کے ایک دستہ سے آپؐ کے صرف ایک حکم کی خلاف ورزی ہوئی تو جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ (وہ یہ کہ ایک درّہ پر جہاں سے یہ خطرہ تھا کہ کفار کا ادھر سے حملہ ہمارے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں پچاس صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ یہاں متعین کیا اور انھیں ارشاد فرمایا کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے یہ درّہ نہیں چھوڑنا۔ خواہ تم یہ دیکھو کہ ہماری لاشوں کو پرندے نوچ رہے ہیں۔ تم نے کسی حال میں بھی درّہ کو نہیں چھوڑنا۔)

جب اہلِ اسلام کو فتح ہوئی تو یہ مالِ غنیمت جمع کرنے لگے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تیر انداز ساتھی بھی آپؐ کا حکم بھلا کر دسوائے

چند) کے مال جمع کرنے لگے۔ درّہ پر چند آدمیوں کو دیکھ حضرت خالد بن ولید کی جنگی حس بیدار ہوئی اور یہ فوراً ایک دستہ لے کر اس درّہ کے راستے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے پیچھے عکرمہ بھی آپہنچے۔ جب عقب سے مسلمانوں پر پوری قوت سے حملہ ہوا تو ان کے قدم اکھڑ گئے۔ اور ستّر (۷۰) جلیل القدر صحابہؓ کے ساتھ عمّ رسول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جبیر بن مطعم کے غلام فنونِ حرب کے ماہر وحشی نے ہندہ کے بھڑکانے پر شہید کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بھی بڑی بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ وحشی آپؓ کی تاک میں چھپ کر بیٹھا تھا جب آپ اس کے پاس سے گزرنے لگے تو اس نے پوری قوت کے ساتھ ایسا سخت وار کیا کہ آپ فوراً خاک وخون میں تڑپ گئے (فتح مکہ کے دن حضرت وحشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جرم معاف کر دیا تھا) دشمنوں نے آپؓ کا جگر نکالا۔ کان ناک کاٹے۔ چہرے کو بگاڑا۔ پیٹ چاک کر کے لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ہندہ نے آپؓ کا جگر چبانا چاہا، لیکن نگل نہ سکی تو اُگل دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شفیق چچا کی لاش پر پہنچے تو دل بھر آیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا نم اور دل کا غم ایسا تھا کہ ہم نے کبھی آپ پر ایسی حالت نہ دیکھی۔ اسی اثناء میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

پھوپھی کو اپنے محبوب اور شجاع بھائی کی شہادت کی خبر ملی تو یہ لاش دیکھنے کے لیے آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو میدانِ جنگ کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو ان کے ثابت قدم فرزند حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پاس بلا کر ارشاد فرمایا کہ صفیہؓ اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھنے نہ پائیں۔ (آپؐ کا خیال تھا کہ جب صفیہؓ اپنے محبوب اور شجاع بھائی کی لاش کو یوں جگہ جگہ سے کٹا ہوا دیکھے گی تو صبر نہ ہو سکے گا) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ماں سے عرض کیا: "اماں جان آپ لاش کے قریب نہ آئیں۔" حضرت صفیہؓ یہ بات سمجھ گئیں اور فرمایا مجھے علم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ واللہ مجھے یہ پسند نہیں مگر میں صبر سے کام لوں گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پھوپھی صفیہؓ کے جذبات سے آگاہ ہوئے تو آپؐ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ حضرت صفیہؓ جب لاش کے پاس آئیں اور بھائی کی لاش کو جگہ جگہ سے کٹا ہوا اور جسم کے ٹکڑوں کو پھٹا ہوا اور بکھرا ہوا دیکھا تو آنکھیں اشک آلودہ ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو آپؐ ضبط نہ کر سکے آپؐ کی آنکھوں سے بھی سیل اشک رواں ہو گیا۔

پھر جب لاشوں کو کفنایا گیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جو کفن میسّر

آیا وہ ایک چھوٹی سے پرانی چادر تھی۔ اگر اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں کی طرف کھینچا جاتا تو سر ننگا ہو جاتا۔ یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم رو پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے چچا کا سر چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ آخر اسی کفن میں حضرت حمزہ رضؓ، حضرت عبد اللہ رضؓ کے ساتھ قبر میں اتارے گئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ا۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کی بے رحم مالکہ لوہے کی گرم سلاخوں سے ان کے جسم کو داغتی غلام ہونے کی وجہ سے ان کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر ان کو برہنہ پیٹھ لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا۔ یہ بزرگ صحابی غزوہ احد سے تقریباً ۳۷ سال بعد جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو ان کے پسند کرنے کے لیے ایک عمدہ کپڑا کفن کے لیے لایا گیا۔ اس کو دیکھنا ہی تھا کہ آپ زار و قطار رونے لگے۔ (کچھ سنبھلے تو فرمایا) مجھے غربت، افلاس کا وہ وقت یاد ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے پاس ایک درہم بھی نہ ہوتا تھا۔ آج گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں اور میرے لیے اتنا عمدہ کفن لایا گیا ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو ایک چھوٹی سی پرانی چادر میسر آئی تھی۔ اس سے اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔

ب: حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے تو سر پر سامان رکھ کر بیچا کرتے تھے۔ پھر نبی علیہ السلام کی دعا

کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے غنی کر دیا - یہ بزرگ صحابی ساری زندگی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن والے رقت انگیز منظر کو نہ بھول سکے۔

ایک روز آپ روزہ سے تھے جب افطاری کا وقت ہوا تو سامنے بہترین کھانا پڑا تھا اس کو دیکھا تو دل ایسا پلٹا کہ اسلام کے غربت وافلاس والے دن اور اُحد کے شہدار کے کفنانے کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم گیا اور فرمانے لگے (مبلغ اسلام) مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو کفن کا پورا کپڑا میسّر نہ ہوا حضورؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کو بھی پورا کپڑا میسّر نہ ہوا - یہ فرما کر زار و قطار رونے لگے اور آپ پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ کھانا نہ کھایا۔

(مشکوٰۃ)

حضرت مصعب بن عمیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے امیر ترین گھرانے کے چشم و چراغ اور والدین کے بڑے ہی لاڈلے بیٹے تھے۔ آپ کے والدین کی ہر وقت یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہمارے بیٹے سے بڑھ کر کسی کی اچھی خوش بُو اور اچھا لباس نہ ہو جب یہ کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے نوکروں اور خدام کی ایک جماعت ساتھ ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما رأیت بمکۃ احسن لمۃ ولا ارف حُلّۃ ولا انعم نعمۃ من مصعب بن عمیر۔

"مَیں نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جیسا لباس اور سامان تنعم کسی کے پاس نہیں دیکھا"

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصعبؓ کو فطرتِ سلیم سے نوازا تھا۔ جب آپ کے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم سے شناسا ہوئے تو ایک دن دارِ ارقم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ تک والدین کے خوف سے اسلام کو اپنے سینہ میں چھپائے

رکھا۔ ایک دن عثمان بن طلحہ نے ان کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور جاکر آپ کے والدین کو خبر کر دی کہ مصعبؓ تو بے دین ہو گیا ہے۔

حضرت مصعبؓ کے اسلام لانے کا سننا ہی تھا کہ والدین اور قوم کے سب لوگ بگڑ گئے اور آپ کو مقید کر دیا گیا۔ ناز و نعمت میں پلنے والے اس جوان کے لیے جینے کی راہیں تنگ کر دیں۔ اب اس لباس کی جگہ کہ جس کو بڑے بڑے رؤسا بصد حسرت دیکھتے تھے ایک کھردرے کمبل نے لے لی۔ اور وہ جسم جو پھولوں کی سیج پر لیٹتا تھا اس پر تازہ کھجور کی چھڑیوں سے ضربیں لگائی جانے لگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مصعبؓ کو اس حالت میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی طرف سے جب اپنے صحابہؓ پر دن بدن ظلم و ستم بڑھتا دیکھا تو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دے دی کہ جو چاہے اپنے جان و ایمان کو بچانے کے لیے حبشہ چلا جائے جب مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تو حضرت مصعبؓ بھی طوق و سلاسل سے کسی طرح رہائی پانے میں کامیاب ہو کر حبشہ چلے گئے کچھ عرصہ حبشہ قیام کرنے کے بعد واپس مکّہ معظمہ لوٹ آئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو معلمِ قرآن اور مبلغ اسلام بنا کر یثرب سے آئے ہوئے لوگوں کے ساتھ بھیج دیا۔ آپ مدینہ میں حضرت اسد بن زرارہ کے گھر فروکش ہوئے یہاں ان دونوں بزرگوں نے مل کر تبلیغ اسلام شروع کر دی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی مخلصانہ کوششوں سے اوس و خزرج کے بے شمار گھرانے نورِ اسلام سے جگمگا اُٹھے۔ ایک دن حضرت مصعبؓ اور حضرت اسعد بن زرارہؓ بنی ظفر کے باغ بیرِ مرقع پر جمع ہوئے اور یہ سوچنا شروع کیا کہ بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر کو اسلام کی طرف کیسے مائل کیا جائے۔ حسنِ اتفاق کہ ان قبائل کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کو بھی معلوم ہوگیا کہ ہمارے گھروں میں یہ تبلیغ ہو رہی ہے۔ سعد بن معاذ نے اسید سے کہا۔ جاؤ ان لوگوں کو جاکر منع کرو کہ یہ ہمارے لوگوں کو اپنے دین کی تبلیغ نہ کریں اور ان سے یہ بھی کہہ دو کہ یہ کیا تم ہمارے لوگوں کو بے وقوف بنانے آگئے ہو۔ حضرت سعد کے جوش دلانے پر اسید غصّے سے بھرے ہوئے اپنا اسلحہ اٹھا کر چل پڑے۔ حضرت اسدؓ نے جو سعدؓ کو دُور سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو مصعبؓ سے کہا دیکھو یہ قبیلہ کا سردار آرہا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ آپ کی بات مان لے۔ حضرت مصعبؓ نے فرمایا اگر وہ آکر بیٹھ گیا تو میں ضرور اسے تبلیغ کروں گا۔ اتنے میں سعد آپہنچا اور کھڑے ہی کھڑے گالیاں دینا شروع کردیں۔ جب سعد اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا تو حضرت مصعبؓ نے بڑی ہی محبت سے فرمایا بھائی آپ تشریف رکھیں۔ میری بات سُن لیں۔ اگر پسند آئے تو مان لینا۔ اگر اچھی نہ لگے تو بڑی خوشی سے ردّ کر دینا۔ اسید کی قسمت بدلنے ہی والی تھی اس نے کہا بات سُننے میں کیا حرج ہے۔ فرمائیے کیا بات ہے؟ حضرت مصعبؓ نے دردِ دل سے قرآن مجید کی کچھ آیات اور اسلام کی کچھ باتیں سُنائیں۔ حضرت اسید نے کامل یکسوئی

اور پوری توجہ سے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی گفتگو سُنی آخر بولے صاحب یہ فرمائیے کہ جب کوئی تمھارے دین میں داخل ہونا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے۔ آپ نے فرمایا لباس اور بدن کی طہارت کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ یہاں سے اٹھے اور نہا دھو کر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد واپس حضرت سعدؓ کے پاس آئے اور حُسنِ تدبیر سے حضرت سعدؓ کو حضرت مصعبؓ کے پاس بھیجا انھوں نے بھی آتے ہی گالیاں دینا شروع کر دیں۔ حضرت مصعبؓ نے سعد سے بھی گالیاں سُنیں۔ جب سعد کا گالیاں دے کر غصّہ دور اور دل ٹھنڈا ہو گیا تو حضرت مصعب نے بڑی شفقت سے کہا بھائی ذرا بیٹھ کر میری بات تو سُن لو۔ اگر پسند آجائے تو ٹھیک ہے اگر ناپسند ہو تو قبول نہ کرنا۔ حضرت سعدؓ بیٹھ گئے کہ بات سننے میں کیا مضائقہ ہے؟ حضرت مصعبؓ نے اسلام کے متعلق کچھ زود اثر باتیں کہیں اور دردِ دل کے ساتھ کچھ قرآن مجید کی آیات بھی سنائیں۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں حضرت سعدؓ کے دل میں کچھ اس طرح سے اتریں کہ حضرت سعدؓ فوراً مسلمان ہو گئے۔ پھر یہاں سے اُٹھ کر سیدھے اپنے قبیلے میں آئے اور آتے ہی پکارا۔ اے بنی عبد الاشہل تم لوگوں کا میرے متعلق کیا خیال ہے؟ سب نے کہا تم ہمارے سردار ہو۔ تمھاری رائے بہتر ہوتی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو اچھی طرح سُن لو، آج کے بعد خواہ کوئی مرد ہو یا عورت مَیں اس سے کلام کرنا حرام سمجھتا ہوں جب تک وہ اللہ اور اس

کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لے آئے۔ آپ کے اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ شام کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے آپ کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد مدینہ منورہ میں چہار سُو اسلام پھیلنے لگا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ تمام جسمانی آسائش و نمائش کو بُھلا کر صبح و شام اللہ کے دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے۔ ان دنوں آپ کے جسم پر ایک چھوٹا سا کمبل ہوتا تھا جسے کیکر کے کانٹوں کے ساتھ سامنے سے ٹانکے لگا لیا کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مصعبؓ ایک دن آپؐ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ جسم پر ایک پھٹا پرانا سا کپڑا تھا جو پوری طرح جسم کو ڈھانپتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو جب اس حال میں دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے کہ کہاں اس شہزادے کی مکہ والی پرتعیش زندگی اور کہاں یہ خستہ حالی۔

کفر اسلام کی جنگ ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گی۔ ان سب جنگوں میں غزوۂ بدر کا مقام بہت بلند ہے کہ اس میں لڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دیکھا اور فرمایا:

"اب تم جو چاہو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں۔" (ابوداؤد)

اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو اپنا علم عطا کیا۔

پھر بدر کے بعد ۳ سنہ ہجری کو جب معرکہ احد پیش آیا تو اس میں بھی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہی اسلامی فوج کے علم بردار بنے۔ اور اسی جنگ میں آپؓ کو ابنِ قیما کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی۔ آپ شکل وصورت کے لحاظ سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے جلتے تھے۔ (جب ابنِ قیما نے آپ کو شہید کیا تو اس کافر نے جاکر یہ اعلان کر دیا کہ: قتلت محمدا۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا۔ معاذ اللہ)

جنگ کے بعد جب لاشوں کی پڑتال کی گئی تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک مقام پر لاشوں کے درمیان ابدی نیند سو رہے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی شہادت کا علم ہوا تو آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ جب مکہ کے اس شہزادے کو کفن دیا جانے لگا تو یہ بڑا ہی رقت انگیز منظر تھا جسے دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم تڑپ اُٹھے۔ آپ کو کفن کے لیے جو چادر میسر آئی وہ ایک چھوٹی سی پرانی چادر تھی۔ صحابہ کرامؓ جب اس سے آپ کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو خود حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے میں شریک تھے فرمانے لگے: مصعبؓ کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر

ازخر گھاس ڈال دو۔ اللہ اللہ کیا شان کہ یہ راہِ حق کا مسافر اسلام کا عظیم اور بے لوث مبلغ آیا تو شہزادہ تھا۔ منزل پر پہنچا تو پاؤں سے ننگا فردوسِ بریں کو سدھارا۔ رضی اللہ عنہ۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نوٹ: واضح ہو کہ یہ مختلف کتبِ احادیث (صحاح ستّہ وغیرہ) اور کتبِ سیرت (ابنِ ہشام، طبقات وغیرہ) سے ماخوذ ہے۔ کسی ایک روایت کا ترجمہ نہیں۔

حضرت زیدؓ کی شہادت کی اطلاع اللہ تعالٰے نے دی تو آپؐ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوگیا

ا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کا بازو پکڑ کر رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور قریش کے مجمعِ عام میں یہ اعلان فرمایا لوگو گواہ رہو آج سے زیدؓ میرا بیٹا ہے یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔

یہ سعادت مند لڑکا قبیلہ کلب کے ایک شخص حارثہ بن شراحبیل یا شراجیل کا فرزندِ ارجمند تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھیں۔ جب یہ آٹھ سال کے تھے اس وقت ان کی ماں انہیں اپنے میکے لے کر گئیں۔ وہاں بنی متبن بن جسترا کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر حملہ کیا اور لوٹ مار کے ساتھ جن افراد کو پکڑ کر لے گئے۔ ان میں

حضرت زیدؓ بھی تھے۔ ان لوگوں نے عکاظ کے میلے میں لے جا کر ان کو بیچ دیا خریدنے والے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام تھے انھوں نے مکہ لاکر اپنی پھوپھی صاحبہ (حضرت خدیجہؓ) کی نذر کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو آپؐ نے ان کے ہاں زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کی عادات و اطوار اس قدر پسند آئیں کہ آپؐ نے انھیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مانگ لیا۔
اس طرح یہ خوش نصیب لڑکا اس خیر الخلائق کی خدمتِ اقدس میں پہنچ گیا جسے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نبی بنانے والا تھا۔ اس وقت حضرت زیدؓ کی عمر قریباً ۱۵ سال تھی۔ کچھ مدت کے بعد ان کے چچا اور والد کو علم ہوا کہ ہمارا نورِ نظر مکہ میں ہے وہ انھیں تلاش کرتے کرتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور عرض کیا کہ زید ہمارا بیٹا ہے آپؐ جو فدیہ لینا چاہیں ہم دینے کے لیے تیار ہیں آپ ہمیں ہمارا بچہ دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں لڑکے کو بلاتا ہوں اور اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ تمھارے ساتھ جانا چاہتا ہے یا میرے پاس رہنا پسند کرتا ہے اگر وہ تمھارے ساتھ جانا پسند کرے تو میں کوئی فدیہ نہیں لوں گا اور اُسے یوں ہی چھوڑ دوں گا اگر وہ میرے پاس رہنا چاہتا ہو تو میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہتا ہو اسے خواہ مخواہ اپنے گھر سے نکال دوں انھوں نے کہا یہ تو آپ نے انصاف سے بھی بڑھ کر صحیح بات کی ہے۔ آپ زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھ لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید

رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اُن سے فرمایا بیٹے! تم ان دونوں کو جانتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو (یہ تمھیں لینے آئے ہیں) تم مجھے بھی جانتے ہو اور ان کو بھی۔ اب تمھیں پوری آزادی ہے چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ انھوں نے جواب دیا حضورؐ! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جا سکتا اُن کے باپ اور چچا نے کہا: زید! تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے اور اپنے والدین اور خاندان کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے وہ اوصاف دیکھے ہیں جو اور کسی میں بھی نہیں ان اوصاف کو دیکھ کر اب میں دنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ (حضرت زیدؓ کا یہ جواب سن کر باپ اور چچا انہیں آپؐ کے پاس چھوڑنے پر بخوشی راضی ہو گئے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو آزاد کر دیا اور حرم کعبہ میں جا کر عام اعلان فرمایا لوگو! گواہ رہو آج سے زیدؓ محمدؐ کا بیٹا ہے۔ یہی خوش قسمت انسان جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

—— ۲ ——

یہی جانثار طائف کے مشکل ترین سفر میں آپؐ کے ہم رکاب تھا۔ طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے کہ جب طائف کے لوگ بارش کی طرح آپؐ پر پتھر برسا رہے تو یہ آپؐ کو بچانے کے لیے پتھروں کو اپنے اوپر روکتے تھے۔ مگر ان کی یہ کوشش بے سُود تھی۔ ان کے سر پر بھی

متعدد زخم آئے تھے۔

۳

۸ھ سنہ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفیر حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص[1] لینے کے لیے تین ہزار کا ایک لشکر تیار کیا تو اس کی امارت وقیادت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا کی۔ فوج آپ کی ہدایات لے کر روانہ ہوئی تو جاسوسوں نے شرابیل کو جاںنثارانِ رسولؐ کے جذبات سے آگاہ کر دیا اور یہ مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے کم وبیش ایک لاکھ فوج جمع کی۔ امیرِ لشکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جب دشمن کی طاقت کا علم ہوا تو انھوں نے چاہا کہ ان حالات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جائے۔ پھر اس کے بعد جو آپؐ کا حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ مگر بزرگ صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا اصل مقصد فتح نہیں شہادت ہے۔

ع شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

آخر مسلمان اپنے سے چالیس گنا زیادہ فوج پر حملہ آور ہوئے جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ

---

[1] شام کے ایک قصبہ موتہ کے سردار شراجیل بن عمر غسانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارث بن عمیرؓ کو جو آپؐ کا دعوتِ اسلام کا خط لے کر شاہ بصرہ یا قیصرِ روم کی طرف جا رہے تھے قتل کر دیا تھا۔

بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے

۱

امیر لشکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوج کی قیادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابو عبداللہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھال لی۔

سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا شمار کبار صحابہؓ میں سے ہوتا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ صرف ابھی ۳۱، یا ۳۲، کے قریب افراد کو اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو یہ دردِ دل رکھتے تھے اہلِ حق ہمیشہ اس کے ممنون رہیں گے۔ اسلام کی سنہری شعاعیں جب مکہ مکرمہ کے خوش نصیب لوگوں پر پڑنے لگیں اور حلقہ اسلام وسعت پکڑنے لگا تو کفار مکہ کے غیظ و غضب کا آتش فشاں پوری قوت سے پھٹ پڑا انھوں نے تمام رشتوں ناطوں کو روندتے ہوئے مسلمانوں کا مکہ میں جینا تنگ کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اپنے متبعین کو کفار کے ہاتھوں ذلیل و خوار

ہوتا ہوا نہ دیکھ سکتے تھے اس لیے آپؐ نے اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لیے حبشہ چلا جائے اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ (۱۲ مرد اور ۴ عورتوں پر مشتمل) رات کی تاریکی میں مکہ سے حبشہ روانہ ہوگیا۔

اس کے بعد ایک اور قافلہ (۸۳ مردوں اور ۱۸ عورتوں پر مشتمل) حبشہ روانہ ہوا ان میں آپؐ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ قریش کو مسلمانوں کی ہجرت کا علم ہوا تو وہ تعاقب میں نکلے اس سے پہلے کہ قریش ساحلِ سمندر پر پہنچتے مسلمان کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ قریش غیظ و غضب میں بھرے واپس لوٹے۔

اس کے بعد کفارِ قریش نے مشورہ کے بعد اپنے کچھ سفیروں کو (جن میں حضرت عمر بن العاص بھی تھے) شاہِ حبشہ کے پاس تحفے تحائف دے کر روانہ کیا۔ سفیرانِ قریش نے نجاشی اور اُس کے خاص وزیروں اور مشیروں کو بڑے بڑے تحفوں سے نوازا تاکہ بادشاہ کے سامنے جب یہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دینے کی اپیل کریں تو وہ مان لی جائے تحائف کی تقسیم کے بعد انھوں نے کہا:

"اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند سر پھرے اپنے آبار واجداد کا دین چھوڑ کر یہاں چلے آئے ہیں انھوں نے جہاں پناہ کا دین بھی قبول نہیں کیا۔ بلکہ ایک نیا دین ہی نکال لیا ہے۔

اے بادشاہ! ہماری قوم کے شرفائے ہمیں آپکی خدمت
میں بھیجا کہ آپ ان کو یہ ملک چھوڑ دینے اور اپنے ملک
واپس جانے کا حکم فرمائیں۔"

شاہِ حبشہ (جو انتہائی سلیم طبع انسان تھا) اس نے کہا میں اس طرح اپنے ملک میں پناہ لینے والوں کو ترکِ وطن کا حکم نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ یہ معلوم نہ کر لوں حقیقت کیا ہے؟ اس کے بعد بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور پوچھا یہ تم نے کون سا نیا دین ایجاد کر لیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے خلاف ہے؟ بادشاہ کا سوال سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے ہی رقت آمیز انداز میں شاہ حبشہ کے سامنے یہ تقریر کی:

"ایّھا الملک!

اے بادشاہ! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے، مُردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، بے ہودہ بکا کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا ہمارے طاقتور کمزوروں کو کھا جاتے تھے اس حالت میں خدا نے ہم میں ایک بزرگ کو مبعوث کیا جس کی شرافت، صداقت اور دیانت کے ہم پہلے سے واقف تھے اس

نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور بتایا کہ صرف اس اکیلے خدا کی ہی پرستش کرنی چاہیئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیئے۔ اور اس نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ پتھروں کی پوجا جائز نہیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز رہیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں، پاکدامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، وعدہ پورا کریں، گناہوں سے دور رہیں، برائیوں سے بچیں، نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، صدقہ کریں۔ بس ان باتوں سے ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی ہے، ہم پر طرح طرح کے ظلم کیے ہیں تاکہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا ترک کردیں، لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پھر سے پوجا کرنے لگ جائیں۔

ایھا الملک!

اے بادشاہ! ہم نے ان کے ہاتھوں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب مجبور ہو کر تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔"

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اس پُراثر تقریر پر پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ جب آپ تقریر ختم کر چکے تو بادشاہ نے کہا تمھارے نبیؐ پر جو کلام نازل ہوا ہے کہیں سے پڑھ کر کچھ سناؤ۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع محل کی مناسبت سے

سورہ مریم کی تلاوت شروع کی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی پاکدامن والدہ کا واقعہ تھا۔ آپ نے ابھی سورۃ مریم کی چند آیات ہی پڑھی تھیں کہ بادشاہ پر رقت طاری ہوگئی اور وہ اسی قدر رویا کہ رو رو کر اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر کہنے لگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وہی رسول ہے جس کی خبر حضرت عیسیٰ المسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کفارِ مکہ کو دیار سے نکل جانے کا حکم دیا۔

۲

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آئے تو یہ بزرگ بھی کئی سال دیارِ غیر میں گزارنے کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے۔ ذی قعدہ ۷ھ سنہ ہجری کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے جب عمرہ سے فارغ ہو کر معاہدہ کے مطابق مکہ سے چلنے لگے تو یہاں بڑا ہی رقت آمیز منظر پیش آیا جس نے آپ کو آبدیدہ کر دیا۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی یتیم بچی امامہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کو دیکھا تو چچا چچا کہتی آپ کے پاس دوڑتی ہوئی آئی۔ حضور کے ساتھ حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنی کفالت میں لینے کی اپیل کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامہ کی سرپرستی کے حق دار جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ ان

کے گھر امامہؓ کی خالہ ہے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے۔ آپ کے فیصلہ کے مطابق حضرت جعفر رضی اللہ عنہ امامہؓ بنت حمزہؓ کو ساتھ اپنے گھر لے آئے اور اپنی اہلیہ یعنی امامہؓ کی خالہ کے سپرد کر دیا۔

۳

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین اور امرأ کے نام دعوتِ اسلام کے مکتوب بھیجنے شروع کیے تو آپؐ نے ایک خط حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کے ہاتھ حاکمِ بصرہ کے پاس بھیجا۔ جب حارثؓ مقامِ موتہ پر پہنچے تو بلقا کے رئیس شراجیل بن عامر غسانی نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زیادتی کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار جاں نثاروں کا ایک لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں (جو بھیجا تھا انھیں یہ ہدایات فرمائی تھیں) اگر لڑائی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو لشکر کے امیر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہوں گے وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیرِ لشکر ہوں گے۔

جب حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو آپؐ کی ہدایت کے مطابق حضرت جعفرؓ نے فوج کی قیادت سنبھالی۔ پرچم اسلام کو تھامے ہوئے اپنے گھوڑے سے کود کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور دشمنوں کی صفوں کو الٹتے ہوئے آگے بڑھے۔ دشمن کے ایک زبردست وار سے آپ کا ایک بازو کٹ گیا تو آپ نے اسلامی پرچم کو دوسرے ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے یہاں تک

کہ آپ کا دوسرا بازو بھی راہِ خدا میں کٹ گیا تو آپ نے پرچم اسلام کو سینے سے چمٹا لیا آخر ہر طرف سے آپ پر نیزوں، تلواروں کی بارش شروع ہو گئی اور آپ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بیٹھے ہوئے ان جاں نثاروں کے شہید ہونے اور جنگ کے آخری انجام کا حال اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمایا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنائی تو اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اسمأ بنت عمیس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا کہ جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں لے آئی۔ آپؐ نے ان کے بالوں وغیرہ کو سونگھا اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے عرض کی اللہ کے رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا جعفرؓ اور اس کے ساتھیوں کی خبر مجھے ملی ہے کہ وہ جنگ میں شہید ہو گئے ہیں۔ اسمأ کہتی ہیں کہ پھر تو میں نے بھی رونا شروع کر دیا میرے رونے سے عورتیں بھی میرے پاس جمع ہو گئیں حضورؐ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ (دیکھو غفلت نہ کرنا وہ جعفرؓ کی شہادت کے صدمے میں مبتلا ہیں۔ رضی اللہ عنہ

(بخاری، ابنِ ہشام وغیرہ)

ایسے جاں نثار (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) کی مرض پر آنسو آنے ہی چاہئیں تھے

۱

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبوت کا ۱۳ واں سال تھا کہ یثرب سے (۷۳ مردوں اور ۲ عورتوں پر مشتمل) ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا رات کی تاریکی میں عقبہ ثانیہ پر آپؐ سے ملاقات ہوئی تو درج ذیل مکالمہ ہُوا:

اہلِ یثرب : اللہ کے رسولؐ آپ ہمارے ہاں (یثرب) تشریف لائیے۔

رسولِ خداؐ : کیا تم دینِ حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟
اور جب میں تمہارے شہر جا بسوں تو تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؟

اہلِ یثرب : ایسا کرنے سے ہمیں کیا ملے گا؟

رسولِ خداؐ : جنت۔

اہلِ یثرب : اللہ کے رسول ہمیں مطمئن کیجئے کہ آپؐ کبھی ہمیں چھوڑ تو نہ دینگے؟

رسولِ خداؐ : نہیں کبھی نہیں، میرا جینا میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا؟

اس آخری فقرے نے یثرب سے آئے ہوئے محبانِ صادق کو تڑپا کے رکھ دیا۔ اس گفتگو کے بعد سب نے دلی خوشی سے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔ یہ منظر اہلِ حق کا ازلی دشمن (شیطان) ایک پہاڑ کی چوٹی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر فوراً چلایا۔ اے لوگو! آؤ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھی تم سے لڑنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یثرب سے کہا تم اس آواز کی پروا نہ کرو۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا اللہ کے رسول اگر اجازت ہو تو ہم کل ہی مکّہ والوں کو اپنی تلواروں کے جوہر دکھائیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا ابھی مجھے اس کی اجازت نہیں۔ تم جاؤ اور جا کر اپنے شہر میں اسلام کی تبلیغ کرو، یہاں پر یہ کام میں خود کروں گا۔ اہلِ یثرب آپؐ سے ہدایات لے کر روانہ ہو گئے۔ قریش کو جب اس بیعت کا علم ہُوا تو تعاقب میں نکلے مگر قافلہ جا چکا تھا۔ (اتفاق سے) حضرت سعد بن عبادہؓ اور منذر بن عمروؓ قریش کی گرفت میں آ گئے۔ منذر رضی اللہ عنہ تو قریش کی گرفت سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے مگر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قریش پکڑ لائے حضرت سعدؓ کا اپنا بیان ہے کہ ظالم قریش مجھے سر کے بالوں سے کھینچتے اور مارتے پیٹتے مکہ لائے۔ اب جو بھی آتا مجھے مارتا اور میرے سر کے لمبے لمبے بال کھینچتا۔ اسی اثناء میں ایک خوبصورت روشن چہرے والا آدمی میری طرف بڑھا۔ میں نے خیال کیا اگر ان میں سے کسی سے خیر کی توقع کی جا سکتی ہے تو یہ شخص ہو سکتا ہے اس نے بھی

آتے ہی مجھے زور زور سے چہرے پر طمانچے مارنے شروع کر دیئے یہ سہیل بن عمرو تھے۔

آخر ایک شخص (ابوالبختری بن ہشام) میرے پاس آیا اور کہنے لگا: "بھائی کب تک یوں مار کھاتے رہو گے۔ یہاں مکہ میں تمھاری کسی سے شناسائی نہیں؟" میں نے کہا حارث بن امیہ اور جبیر بن مطعم کو جانتا ہوں، یہ ہمارے شہر یثرب اکثر آتے جاتے رہتے ہیں اور میں نے کئی دفعہ ان کے تجارتی قافلوں کی حفاظت کی ہے اس نے کہا پھر ان کا نام لے کر دُہائی دو اور لوگوں کو اپنے ان کے ساتھ تعلقات سے آگاہ کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ ادھر اس نے جا کر ان دونوں کو ڈھونڈ کر اطلاع دی قبیلہ خزرج کا ایک شخص مکہ والوں کے ہاتھوں بُری طرح پٹ رہا ہے اور وہ تمھارے نام کی دُہائی دے رہا ہے۔ انھوں نے پوچھا کیا نام ہے اس کا؟ اس نے کہا: "سعد بن عبادہؓ"۔ انھوں نے کہا یہ تو بڑا ظلم ہو گیا۔ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ سعدؓ کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں وہ ہمیشہ ہمیں پناہ دیتا رہا ہے اور وہ قبیلہ خزرج کا سردار ہے۔ پھر یہ دوڑتے ہوئے آئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ان ظالموں سے نجات دلائی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ یثرب روانہ ہو گئے۔

—— ۲ ——

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہر طرح سے آپ کی خدمت میں پیش

پیش رہنے لگے آپ کے قیام مدینہ کے دوران جتنے بھی چھوٹے بڑے معرکے پیش آئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ان میں نمایاں نظر آتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اتنی محبت تھی کہ فتح مکہ کے دن حضورؐ نے اپنا خاص جھنڈا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ آپ انصار کے آگے آگے چلتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کی نظر ابوسفیانؓ پر پڑی۔ (جن کو بطور خاص آپؐ نے ایک درہ پر کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا تاکہ اسلامی فوج کی عظمت اس پر آشکارا ہو جائے۔)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو دیکھتے ہی نعرہ لگایا:

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبہ۔

(فتح الباری)

"آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے آج کعبہ کی حرمت کو بالائے طاق رکھ دیا جائے گا۔"

حضرت سعدؓ کے یہ الفاظ سنتے ہی ابوسفیانؓ کا دل بھر آیا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضورؐ! آپ نے سنا ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے؟ کیا یہ قتل و غارت کا فرمان آپؐ نے صادر فرمایا ہے؟ ابوسفیانؓ کی بات سنتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ اٹھے۔ فرمایا نہیں، ہرگز نہیں۔ سعدؓ نے غلط کہا ہے آج کا دن قتل وغارت کا دن نہیں بلکہ الیوم یوم المرحمۃ (فتح الباری) آج کا دن تو رحمت ومودت کا دن ہے اور یہ کعبہ کی حرمت کو پامال

کرنے کا نہیں۔ **کذب سعد ولکن ھٰذا الیوم یعظم اللہ فیہ الکعبۃ ویوم یکسیٰ فیہ الکعبۃ** (بخاری)
"سعدؓ نے جھوٹ کہا ہے (آج کا دن تو قریش کی کھوئی ہوئی عزت و عظمت بحال ہوگی۔) کعبۃ اللہ کا صحیح احترام ہوگا اور ایمان والے بیتُ اللہ شریف کی دل سے بلائیں لیں گے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو ارشاد فرمایا۔ سعدؓ سے عَلَم لے کر اس کے فرزند قیسؓ کو دے دو۔ (فتح الباری)

(خیال ہے کہ حضرت سعدؓ آپؐ اور آپؐ کے اصحابؓ پر اہلِ مکہ نے جو ظلم کیے تھے ان کا بدلہ چکانا چاہتے تھے۔ مگر رحمۃ للعلمین نے اپنے جاں نثار کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔)

۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے اور وعظ و نصیحت کا درس جاری تھا اسی اثنا میں ایک صاحب نے آکر خبر دی، حضورؐ! آپ کا جاں نثار سعدؓ بسترِ مرگ پر بے ہوش پڑا ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی سخت بے چین ہوگئے فوراً خطاب ترک کر کے حضرت سعدؓ کی عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے یہ بے ہوش پڑے تھے۔ قریب کھڑے لوگ مختلف قیاس آرائیاں کر رہے تھے کچھ کہہ رہے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں۔ بعض کا خیال تھا کہ ابھی سانس باقی ہے۔ ان باتوں نے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو بہت غمگین کر دیا۔ حضرت سعدؓ کی شدتِ مرض بے ہوشی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتنا اثر ہُوا کہ اس صدمے سے آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گیئں اور آپؐ زار و قطار رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا دیکھ کر قریب کھڑے صحابہؓ بھی رونے لگے۔

آخر اشک بار آنکھوں سے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کے لیے اللہ کے حضور صحت کی دعا کر کے واپس تشریف لے آئے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات پر رسولِ اکرمؐ اتنا روئے کہ شاید ہی چشمِ فلک نے آپؐ کے اتنے آنسو دیکھے ہوں؟

رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری میں معرکہ بدر پیش آیا تو غزوہ پر روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کے لیے مہاجرین و انصار رضی اللہ عنھم کو جمع کیا اور صورت حال انکے سامنے رکھی۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنھما نے انتہائی پُر اثر تقریریں کیں پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اللہ کے رسولؐ! اللہ تعالیٰ نے جو حکم آپؐ کو دیا ہے اس کے لیے تیار ہو جائیں ہم لوگ بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ کہیں "کہ تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم تو بیٹھے ہیں۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی گفتگو سننے کے بعد انصار کی رائے معلوم کرنے کے لیے اپنا رُخ انصار کی طرف کر کے (ان کی رائے جاننی چاہی) تو رئیسِ اوس حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب جان گئے یہ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے ہی جذباتی انداز میں اپنی گفتگو کا آغاز یوں کیا:

"اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں۔ آپؐ

کی رسالت کی تصدیق کی اور شہادت دی ہے کہ آپؐ جو فرماتے ہیں وہ حق ہے اس سے پہلے بھی ہم نے سماع و اطاعت کے معاہدات کیے ہیں۔ لہٰذا ہماری گزارش یہ ہے کہ آپ کا جو ارادہ ہو اس کے مطابق عمل کیجیے۔"

ایک دوسری روایت کے مطابق آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ:

"اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ نے یہ خیال کیا ہے کہ انصار آپؐ کا ساتھ صرف اپنے وطن میں ہی دیا کریں گے؟ (ہر گز نہیں) مَیں اس وقت انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپؐ کا جو ارادہ ہو اس پر عمل فرمائیے۔ جس کا رشتہ ملانا ہو ملا دیجئے جس کا رشتہ توڑنا ہو توڑ دیجئے اور اگر موجودہ حالت پر رکھنا ہو اسے یونہی رہنے دیجئے۔ ہمارے اموال حاضر ہیں جس قدر مرضی ہو قبول فرمائیے اور جس قدر ارادہ ہو ہمارے لیے بطور عطیہ چھوڑ دیجئے۔ جو مال آپ قبول فرمائیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس سے جو ہمارے پاس رہ جائے گا۔ ہمارا معاملہ آپؐ کے ہاتھ میں ہے آپؐ برق الغماد تک چلیں ہم سب آپؐ کے ساتھ ہونگے اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ آپؐ

ہمیں میدانِ جنگ میں ثابت قدم پائیں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ ہماری خدمات آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوں گی۔"

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔

انصار کے یہ سردار، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جاں نثار، بدر و احد کے علاوہ غزوہ احزاب میں بھی پیش پیش تھے۔ ایک مشرک (حبان بن عبدِ مناف) نے جو ابنِ عرقہ کے نام سے مشہور تھا، ایسا تاک کر تیر مارا کہ آپ کی رگِ اَکحل کٹ گئی اور شدت سے خون جاری ہوگیا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کا علم ہوا تو فرمایا: "اللہ تیرا چہرہ (ابنِ عرقہ کا) آگ میں جھلسے۔"

جنگ کے بعد آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں خیمہ نصب کروایا۔ آپؐ ہر روز ان کی عیادت کے لیے خیمہ میں تشریف لاتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ آخر یہ زخم جان لیوا ثابت ہوا۔ ایک دن آپ کو اطلاع ملی کہ سعدؓ پر نزع کا عالم طاری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ اضطراب میں چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں پہنچے اور بڑی ہی شفقت و محبت سے حضرت سعدؓ کا سر اپنے زانوئے اقدس پر رکھ لیا اور ان کی روح عالمِ بالا کو پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعدؓ کی وفات کا اتنا غم ہوا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ شاید ہی چشمِ فلک نے اتنے آنسو آپؐ کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے دیکھے ہوں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس دل خراش منظر کو دیکھا تو ان کی چیخ نکل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو شدتِ گریہ سے آپ کی آواز گلوگیر ہوگئی اور بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، پڑھنے لگے۔

بعض روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خیمہ میں آئے تو ابھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کچھ سانس باقی تھے۔ آپؐ نے حضرت سعدؓ کو ان کے گھر منتقل کر دیا تو یہ مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ پھر جب جنازہ اٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؓ کے جنازہ کو کندھا دینے میں سبقت کر رہے تھے۔ (اسی اثنا میں) کسی نے آواز دی کہ جنازہ تو بے حد ہلکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں جنازہ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے جن جلیل القدر صحابہؓ نے آپؓ کی قبر کھودی وہ فرما رہے تھے کہ اللہ کی قسم اس کی قبر سے خوشبو آرہی ہے تدفین کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زار و قطار رو رہے تھے۔ شدتِ غم سے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر رخساروں اور ریش مبارک کو تر کر رہے تھے۔ اسی غم میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"سعد کے جنازہ کے ساتھ ۷۰ ہزار فرشتے شریک ہوئے ہیں اور اس کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش لرز اٹھا ہے۔"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

۱

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابہؓ میں سے ہیں۔ جن کو بدر و احد کے معرکوں میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ جنگِ اُحد میں ایک واقعہ آپ کی بہت عزت و افتخار کا باعث بنا۔ طبرانی کی روایت میں حضرت قتادہؓ کا اپنا بیان ہے کہ:

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص نے ایک کمان بطور ہدیہ پیش کی۔ احد کے دن یہ کمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ خاص مجھے عطا فرمائی۔ مَیں نے اس کمان سے آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر (دشمنوں پر) اتنے تیر برسائے کہ کمان کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا۔ (اور وہ تیر چلانے کے قابل نہ رہی) جب مشرکوں کا آپؐ پر زور پڑا تو مَیں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جب دشمن کا کوئی تیر آپ کی طرف آتا تو میں اپنا سَر (چہرہ) سامنے کر دیتا۔ (دشمن بارش کی طرح تیر برسا رہے تھے) کہ ان کا ایک تیر میری آنکھ میں آ کر لگا اور میرا ڈھیلا نکل کر میری ہتھیلی پر آ پڑا۔ میں اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آیا میری یہ حالت دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ نے فوراً اللہ کے حضور دعا کی :

"یا اللہ قتادہؓ نے تیرے نبیؐ کا دفاع اپنے چہرے سے کیا ہے تو اس کی آنکھ کو صحیح اور اس کی نظر کو تیز کر دے"

بعض روایات کے مطابق کسی مشرک نے آپ کی طرف ایسا تیر پھینکا کہ وہ سیدھا آپ کی آنکھ میں آلگا اور ڈھیلا باہر لٹک گیا۔ لوگوں نے اس کو کاٹ دینا چاہا تو حضرت قتادہؓ نے لوگوں سے فرمایا (پہلے) رحمتِ عالمؐ سے مشورہ کرلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں معاملہ پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا نہیں، (قتادہؓ کا ڈھیلا نہیں کاٹا جائے گا) پھر آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ڈھیلا کو اس کی جگہ رکھ کر دعا کی :

اللھم اکسبھا جمالا

اے میرے اللہ (قتادہؓ کی) اس آنکھ کو خوب صورت کر دے اور اس کو روشنی بخش۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت قتادہؓ کی آنکھ پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت اور روشن ہو گئی پھر تمام زندگی کبھی دکھی تک نہ۔

—— ۲ ——

واضح ہو کہ یہ وہی بزرگ صحابی ہیں جنھوں نے ایک شب آپ کو بہت مسرور کیا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شب عشاء کی نماز

کا وقت ہو چکا تھا مگر مسجدِ نبوی نمازیوں سے خالی تھی (اس کی وجہ یہ تھی کہ) آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے جس سے پورا مدینہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ زور زور سے بادل گرج رہے تھے اور بجلی پوری شدّت کے ساتھ چمک رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے گھروں میں ہی عشاء کی نماز پڑھ لی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ (بجلی چمکی) تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب پر پڑی تو پوچھا "کیا تم قتادہؓ ہو؟" حضرت قتادہؓ نے عرض کیا جی ہاں، اللہ کے رسولؐ۔ میرا خیال تھا کہ موسم کی خرابی کی وجہ سے لوگ مسجد میں نہ آسکیں گے اس لیے ہمت کر کے حاضر ہوا ہوں۔

محسنِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قتادہؓ کا جواب سُن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا جب تم گھر جانے لگو تو مجھ سے مل کر جانا۔ حضرت قتادہؓ جب نماز سے فارغ ہو کر گھر جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک ٹیڑھی سی چھڑی عطا فرمائی اور زبانِ اقدس سے ارشاد فرمایا: "یہ لو یہ راستہ میں تمھارے لیے روشنی کرے گی۔"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ چلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی چھڑی آپؓ کے لیے روشن قندیل بن گئی اور آپ آرام سے گھر پہنچ گئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتیلہؓ کا مرثیہ سُنا تو رو کر ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی،

حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا مشہور دشمنِ اسلام نضر بن حارث کی بیٹی تھیں۔ مقدّر کی بات ہے کہ باپ ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن، اپنے آبار کے مذہب کا پاسبان اور مسلمانوں کا سخت ترین مخالف رہا۔ بیٹی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئیں اور شرفِ صحابیت حاصل کیا۔ غزوۂ بدر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نضر بن حارث کو قتل کیا۔ حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا کو باپ کے قتل ہو جانے کا علم ہوا تو انھوں نے ایک پُر درد مرثیہ باپ کے غم میں لکھا جب یہ مرثیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا گیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپؐ اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ بعض روایات کے مطابق آپؐ نے جب حضرت قتیلہؓ کے مرثیہ کے اشعار سُنے تو فرمایا:

"اگر یہ اشعار میں پہلے سُن لیتا تو مَیں نضر کو قتل نہ کرواتا۔"

ایک صحرا نشین صحابیہؓ کی بات سُن کر رحمتِ عالمؐ رونے لگے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ہماری ملاقات ایک قوم سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم مسلمان ہیں۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک خاتون بیٹھی چولہا سُلگا رہی تھی اس کے قریب اس کا ننھا بچہ بھی تھا جب آگ خوب جل اُٹھی تو وہ بچے کو لے کر آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں اللہ کا رسُول ہوں۔ پھر بولی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان کیا ایک ماں اپنے بچے پر جس قدر مہربان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہاں! بلاشبہ تو درست کہتی ہے۔" اس نے کہا حضورؐ! پھر ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی، تو خدا اپنے بندے کو آگ میں کیسے ڈالے گا؟ اس صحرا نشین صحابیہؓ کی یہ بات سن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت رقت طاری ہو گئی اور آپؐ رونے لگے پھر آپؐ نے سر اُٹھا کر فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس بندے کو عذاب میں ڈالے گا جو سرکش اور متمرد ہے اور اس کو ایک نہیں مانتا۔" (اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہراتا ہے۔)

(ابنِ ماجہ)

ایک اعرابی کی گفتگو سُن کر آپؐ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں

حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نکاح سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اربابِ سیرؒ نے لکھا ہے کہ ۶ نبوت کو جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہی دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئیں اور پھر جب اہلِ اسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہ بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ آگئیں۔ غزوہ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شہید ہو گئے تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری (حضرت نعمان عجلانؓ) سے نکاح کر لیا۔

ابنِ ماجہ میں حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک اعرابی سے کچھ قرض لیا۔ ایک دن وہ آپ کے پاس آیا اور بڑے درشت لہجہ میں اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی نامناسب گفتگو سے سخت تکلیف ہوئی۔ انھوں نے اسے ڈانٹا کہ تجھے معلوم نہیں کس سے بات کر رہا ہے؟

اعرابی نے کہا: "میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ شخص سچ کہتا ہے اس لیے تمھیں اس کی حمایت کرنی چاہیئے۔"

پھر آپ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ اگر تمھارے پاس کھجوریں ہوں تو اس شخص کا قرض ادا کرنے کے لیے مجھے دے دو، جب ہمارے پاس کھجوریں آئیں گی تو میں تمھارا قرض اتار دوں گا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو آپؐ کا پیغام ملا تو انھوں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ کو جتنی ضرورت ہو لے لیں۔ آپؐ نے بقدرِ ضرورت لے کر اعرابی کا قرض ادا کر دیا اور اسے کھانا بھی کھلایا۔ جب وہ چلا تو آپؐ کو دعائیں دینے لگا۔

مسندِ بزاز کی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرض ادا کر دو جب اس نے کھجوریں پیش کیں تو اس اعرابی نے یہ کہہ کر ردّ کر دیں کہ یہ تو میری کھجوروں سے ناقص ہیں۔ انصاری نے کہا کیا تو یہ کھجوریں نہ لے گا اور کیا تو اللہ کے رسولؐ کے پاس واپس جائے گا۔ اس اللہ کے بندے نے کہا ہاں اللہ کے رسولؐ سے بڑھ کر کون شخص حق پسند ہو گا؟ اس کی بات سن کر اللہ کے رسولؐ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمایا "تو نے سچ کہا ہے مجھ سے زیادہ انصاف کرنے کا حق دار کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو باقی نہیں رکھتا جس میں اس کا کمزور اس کے طاقت ور سے اپنا حق کسی دقّت کے بغیر نہ لے سکے"۔

(ابنِ ماجہ، مسلم بزاز)

جب آپکی رضاعی بہن مقید ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی

فتح مکہ کے بعد جب معرکہ حنین پیش آیا تو دس ہزار اسلامی فوج کے ساتھ دو ہزار مکیّ اور بھی شامل ہو گئے اس وقت بعض فوجیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب ہم ۳۱۳ تھے اس وقت فتح ہماری تھی۔ اب تو ہم ۱۲۰۰۰ ہیں مگر یہاں عجیب معاملہ بن گیا کہ تجربہ کار دشمن نے ایک تنگ و دشوار گزار درّہ میں چھپ کر اچانک ایسے زور سے حملہ کیا کہ اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی جرأت کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی سواری کی مہار پکڑ لی اور کہا حضور! رک جائیے۔ (اس وقت آگے بڑھنا خود کو موت کے منہ دینا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا کو تو کچھ نہ کہا خود اپنی سواری سے اُترے اور آگے بڑھتے ہوئے پکارا:

انا النبیّ لا کذب   انا ابن عبد المطلب

" میں نبی ہوں اس میں ذرا بھی کذب نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (میری سچائی کا دارومدار فتح و شکست پر نہیں) بلکہ میں ہر حال میں نبی و رسول ہوں "۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے

فرمایا کہ چچا جان مہاجرینؓ و انصارؓ کو آواز دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں بلا رہے ہیں۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بہت بلند آواز تھے، انھوں نے آواز دی) آپ کا پکارنا ہی تھا کہ مہاجر و انصار دوڑتے ہوئے آئے اور اللہ کے رسولؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے شکست کو فتح میں بدل دیا اور بہت سا مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ (مثلاً چوبیس ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور ۶ ہزار زنونچے ہزاروں بوری اجناس وغیرہ) دشمن جب میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو اسلامی فوج نے لوگوں کو قید کرنا شروع کیا ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حلیمہ کی بیٹی شیماں بنت حارث بھی تھیں۔ جب صحابہؓ نے ان کو گرفتار کیا تو انھوں نے کہا میں تمھارے نبیؐ کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کے لیے شیماں کو آپؐ کے پاس لے آئے تو انھوں نے اپنی شناخت کرواتے ہوئے کہا۔ حضورؐ یہ دیکھیے جب بچپن میں آپ کو کھیلاتی تھی تو آپؐ نے دانت سے کاٹا تھا ابھی تک یہ نشان باقی ہے۔ شیماں کی زبان سے یہ سُنا تھا کہ فرطِ محبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے اپنی چادر اتار کر زمین پر بچھا دی اور ارشاد فرمایا:

"بہن تم زمین پر نہیں میری چادر پر بیٹھو، پھر فرمایا اگر میرے پاس رہنا چاہو تو مجھے خوشی ہو گی اور اگر اپنی قوم

میں واپس جانا چاہو تو تمھیں اختیار ہے۔"

حضرت شیماں نے اپنے اہلِ خانہ میں ہی واپس جانے کی خواہش کی تو آپ نے بڑی عزت و توقیر کے ساتھ رخصت کیا۔ (بعض اربابِ سیّر نے لکھا ہے کہ شیماں کی سفارش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سارے قیدی رہا کر دیئے اور زر مال بھی واپس دے دیا۔)

(رحمتہ اللعالمین)

آپ نے اللہ کے رسول کو مغموم کر کے کیا لیا ہے؟

ایک مرتبہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ کے رسولؐ! زمانہ جاہلیت میں ہم بتوں کے سامنے سرنگوں ہوتے تھے اور غیرت جتانے کے لیے زندہ اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کر دیتے تھے۔ حضورؐ! جب میری بچی چلنے پھرنے اور باتیں کرنے کے قابل ہو گئی تو میری غیرت میں ہیجان پیدا ہوا۔ میں نے اُسے آواز دی تو وہ خوشی سے دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں اسے اپنے ہمراہ آبادی سے باہر لے گیا وہاں میری زرعی زمین میں ایک کنواں تھا جب میں اس کی طرف جا رہا تھا تو میری بچی مجھے ابّا ابّا کہتے ہوئے میرے پیچھے بھاگ رہی تھی جونہی میں کنویں پر پہنچا تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر کنویں میں پھینک دیا۔ وہ اب بھی مجھے ابّا ابّا ہی کہہ رہی تھی مگر میرا دل نہ پسیجا اور اس کی سانس بند ہو گئی۔ اس صاحب سے یہ واقعہ سُن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے صاحب واقعہ سے فرمایا: "آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغموم کر کے کیا لیا ہے؟" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کرنے والے

سے فرمایا: "آپ انہیں زجر نہ کیجئے ان کے بیان کرنے کا کچھ مقصد ہی ہوگا اور صاحبِ واقعہ کو ارشاد فرمایا ایک مرتبہ اور بیان کیجئے" جب اس نے دوبارہ بیان کیا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو پلکوں سے ڈھلک کر رخساروں تک آپہنچے اور رو رو کر ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر صاحب واقعہ سے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے جاہلیت کے گناہ معاف فرما دیئے۔ اب آپ لوگوں کو نئی زندگی ملی ہے۔ حسنِ عمل سے آگے بڑھنے کی کوشش کیجئے۔

(سنن دارمی)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۃ النسأ کی چند آیات سنیں تو آپؐ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہّ سے باہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی وادی میں جارہے تھے کہ آپ کو سخت پیاس محسوس ہوئی۔ قریب کہیں پانی نہ تھا۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک نوجوان بکریاں چرارہا ہے آپؐ اُس کے قریب آئے اور فرمایا: "برخوردار دودھ ہے؟" انھوں نے کہا: "ہاں ہے مگر میرا نہیں، میں تو امانت دار ہوں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی ایسی بکری جس نے بچے نہ جنے ہوں اور دودھ نہ دیتی ہو، وہ لے آؤ" یہ لے آئے۔ آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو وہ دودھ سے بھر گئے۔ آپؐ نے دودھ دھویا۔ خود پیا، ابوبکر صدیقؓ کو پلایا، اس کے بعد بکری کا تھن خشک ہوگیا۔ انھوں نے عرض کیا یہ کام مجھے بھی سکھلا دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نوجوانوں کے معلم ہو" یہ خوش نصیب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ آپؓ اسی دن سے آپؐ کے گرویدہ ہوگئے۔ اور اسلام قبول کرکے آپؐ کے ساتھ رہنے لگے۔

بعض روایات میں ہے کہ ان کے متعلق آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ قرآن

چار آدمیوں سے سیکھو: عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ابن مسعودؓ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا آپؐ پر تو نازل ہوا، تو میں آپؐ ہی کو سناؤں؟ فرمایا: ہاں سناؤ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم سے سنوں تو میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کردی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فکیف اذا جئنا من کل امۃ لبشھید
وجئنا بک علیٰ ھٰؤلآءِ شھیدا ٥

ترجمہ: "اور اے پیغمبرؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امّت سے گواہ طلب کریں گے اور ہم تجھے بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے بلائیں گے۔"

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس آیت کا پڑھنا تھا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ابنِ مسعودؓ ٹھہر جاؤ۔" میں رُک گیا اور آنکھ اُٹھا کر جو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جنگل میں بیٹھ کر بہت روئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہ "(اے ابوہریرہؓ) میں تجھ کو دُنیا ومافیہا دکھاؤں؟" میں نے عرض کیا: "جی ہاں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ طیبہ کے ایک جنگل میں لے گئے۔ (جنگل میں ایک جگہ کھوپڑی، پاخانہ اور ہڈیاں و چیتھڑے پڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہؓ! یہ کھوپڑیاں ایسی ہی چاہت کیا کرتی تھیں جیسے تم کرتے ہو۔ آج ایسی ہوگئی ہیں کہ ان پر چمڑہ بھی باقی نہیں رہا۔ اب چند دن میں یہ راکھ ہوجائیں گی اور یہ پاخانہ جو تم دیکھتے ہو یہ ان کی غذا تھی نامعلوم کہاں کہاں سے کما کر کھایا۔ آج ایسا ہو گیا ہے کہ تم کو اس سے نفرت ہے اور یہ چیتھڑے ان کے لباس کے ہیں کہ ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے اور یہ نلیاں انکے چوپایوں کی ہیں جن پر چڑھ کر یہ شہر بہ شہر پھرا کرتے تھے۔

پس جب یہ انجام ناپائیدار دنیا کا ہے تو مقامِ عبرت وگریہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر ہم خوب روئے اور جب تک خوب رو نہ لیے تب تک یہاں سے نہ لوٹے۔

آپؐ نے متعدد قسم کے کھانے اپنے سامنے دیکھے تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے کہ بھوک نے بے قرار کر دیا۔ عین دوپہر کے وقت آپ گھر سے نکلے۔ سرِ راہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جاں نثاروں سے دوپہر کے وقت گھر سے نکلنے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کرنے لگے: اللہ کے رسولؐ بھوک نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔ تو (آپؐ سے ملاقات ہوگئی) آپؐ ان جاں نثاروں کو ساتھ لے کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آ گئے۔ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں تھے ان کی بیوی کو خبر ہوئی تو باہر نکل کر عرض کی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا آنا مبارک ہو۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: "ابوایوبؓ کہاں ہے؟"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو گھر کے نزدیک ہی اپنے باغ میں تھے۔ آپؐ کی آواز سن کر دوڑے ہوئے آئے اور مرحبا کہہ کر عرض کیا: اللہ کے رسولؐ یہ وقت آپؐ کے آنے کا نہیں۔ آج خلافِ معمول کیسے تشریف آوری ہوئی؟ آپؐ نے وجہ بیان کی تو یہ فوراً باغ

سے کھجوروں کا خوشہ توڑ لائے اور عرض کی آپؐ یہ کھالیں۔ میں گوشت تیار کرواتا ہوں۔ میزبانِ رسولؐ نے جلدی سے بکری ذبح کر کے سالن اور روٹیاں پکوا کر پیشِ خدمت کیں۔ آپؐ نے تھوڑا سا گوشت ایک روٹی پر رکھ کر فرمایا "یہ فاطمہؓ کو بھجوا دو۔ وہ بھی کئی روز سے بھوکی ہے۔ پھر خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگے اور جب متعدد قسم کے کھانے سامنے دیکھے تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے نا کہ:

"قیامت کے دن نعمت کے بارے میں تم سے سوال ہوگا وہ یہی چیزیں ہیں۔"

(ترغیب وترہیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیت الٰہی

۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ باوجود اس کے کہ آپؐ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار، خاتم النبیین اور اللہ تعالیٰ کے محبوبِ خاص تھے۔ خشیتِ الٰہی کی وجہ سے اکثر آپؐ پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ خشیتِ الٰہی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اثر تھا کہ آپؐ فرماتے (لوگو) اللہ کی قسم مجھے علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں)

(بخاری)

۲

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب دو ثلث رات گزر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے: لوگو! خدا کو یاد کرو، زلزلہ آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے آنے والا آ رہا ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے۔

(مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ رات کو ارشاد فرمایا: من یوقض صاحب الحجرات "کوئی ہے جو ان حجرے والیوں کو بھی جگا دے" لکی یصلین "تاکہ یہ نماز

پڑھ لیں (تہجد کی نماز) ۔ بہت ساریاں دنیا میں کپڑے پہننے والیاں قیامت کے دن برہنہ اُٹھائی جائیں گی ۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: "لوگو! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔"
(بخاری ، مسلم)

۳

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "اللہ کے رسولؐ! آپ کے بال کیوں سفید ہو گئے ہیں؟" آپؐ نے فرمایا: "قرآن مجید کی پانچ سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے، (شیبتنی ھود) مجھے سورہ ہُود نے بوڑھا کر دیا، مجھے مرسلات، سورہ واقعہ، سورہ عمّ یتساءلون اور سورہ کوّرت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (ان سورتوں میں قیامت کی سختیوں کا ذکر ہے۔)
(شمائل ترمذی)

۴

ایک دفعہ آپؐ نے بڑا ہی مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا: خطبہ میں لوگوں سے فرمایا: اے معشر قریش! اپنے آپ کی خبر لو میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا اے بنی عبدِ مناف! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے صفیہؓ! (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں) میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ! میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔
(بخاری ، مسلم)

۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خشیتِ الٰہی کی وجہ سے روتے اور لوگوں کو بھی ارشاد فرماتے: "لوگو! روؤ رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے تو ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے۔ آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اور آنکھیں خون برسانے لگیں گی۔ ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو نکلے ہوں گے کہ اگر ان میں کوئی کشتی چلانی چاہے تو چلا سکے گا۔

(ابنِ کثیر)

۶

ابوداؤد شریف میں حضرت مطرفؓ کا بیان ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپؐ کے سینے میں رونے کی وجہ سے چکی چلنے اور ہانڈی پکنے کی آواز کی طرح آواز آرہی تھی رسول اللہ کی نمازوں میں خشیتِ الٰہی کا یہ حال ہوتا کہ جب تلاوت کرتے ہوئے کوئی عذاب کی آیت آتی تو دیر تک بڑے تضرع کے ساتھ عذاب سے پناہ مانگتے رہتے اور جب کوئی رحمت کی آیت آتی تو اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے۔ زیادہ قیام کی وجہ سے آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔

شمائل ترمذی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی لمبی نفلی نماز پڑھتے تھے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ آپ اس قدر مشقت برداشت

کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کے اوّل و آخر سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام کیا ہے تو ئیں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ساری ساری رات قیام میں رہتے۔ قیام میں قرآن کی سب سے بڑی سورتیں بقرہ، آل عمران، نساء پڑھتے۔

(مسند احمد)

۷

عبد اللہ بن شخیر عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی ولجوفہ ازیز کازیز المرجل من البکاء ..... الخ

حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ ؐ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہاں تک کہ آپ ؐ کی ہچکی بندھ گئی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چکّی چل رہی ہو یا ہنڈیا اُبل رہی ہو۔

(ترمذی۔ ابوداؤد)

۸

زاد المعاد میں ہے :

ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً نماز کسوف پڑھنی شروع کر دی۔ نماز میں آپؐ پر سخت گریہ طاری تھا اور آپؐ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے :

رب الم تعدنی ان لا تعذبهم وانا فيهم ليتعذون ونحن نستغفرك

اے اللہ تو نے وعدہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو دو صورتوں میں عذاب نہیں دیا جائے گا ، ۱۔ جب تک کہ میں (محمدؐ) ان میں ہوں ۔ ۲۔ جب تک کہ یہ استغفار کرتے رہیں ۔

اے پروردگار ! اب میں بھی ان میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا :

لکل نبی دعوة يدعوا بها فاستجيب لها فجعلت دعوتی شفاعة لامتی يوم القيمة ۔

(اے پروردگار) ہر نبی کے لیے ایک دعا تھی وہ مانگتے رہے اور اُن کی دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امّت کی شفاعت کے واسطے قیامت کے دن کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ (بخاری)

انبیاء علیہم السلام اور اہل اللہ کا خشیتِ الٰہی میں آنسو بہانا

حضرت نوح علیہ السلام کا نام نوح اس لیے پڑا کہ آپ کثرت سے نوحہ کرتے تھے، روتے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام روتے روتے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام چالیس روز تک سجدہ میں پڑے گڑگڑاتے رہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکّہ میں گھر کے باہر رو رو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور یہ اتنا رقّت انگیز منظر ہوتا کہ مسلمانوں کے علاوہ کافر و مشرک سامعین میں سے بھی ہر ایک کا دامن آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی تھے آج مزار کے ساتھی اور کل حشر میں اور جنت میں بھی آپ کے ساتھی ہوں گے۔ انبیاء علیہم السّلام کے بعد اگر سب سے زیادہ کسی کا مرتبہ ہے تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں باوجود اتنی فضیلت کے آپ رضؓ کی خشیتِ الٰہی کا یہ عالم تھا۔ فرمایا کرتے تھے کاش! میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کچھ تکرار ہو گیا آپ نے مجھے کچھ سخت الفاظ کہہ دیئے جو مجھے ناگوار گزرے۔ کچھ توقف کے بعد فرمانے لگے: ربیعہ رضؓ

تو بھی مجھ کو ویسا ہی کہہ لے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے انکار کیا تو فرمانے لگے کہہ لو ورنہ میں حضورؐ سے شکایت کروں گا۔ میں نے پھر انکار کر دیا تو آپ اُٹھ کر چلے گئے اسی اثنا میں بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے یہ بڑی عجیب بات ہے خود ہی زیادتی کی اور خود ہی حضورؐ سے شکایت۔ ربیعہؓ کہتے ہیں میں نے بنو اسلم کے لوگوں سے کہا: تم جانتے بھی ہو یہ کون تھے؟ یہ ابوبکر صدیقؓ تھے۔ اگر یہ ناراض ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو جائیں گے۔ اگر اللہ کے رسولؐ ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو ایسے میں کیا ربیعؓ ہلاک نہ ہو جائے گا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں ہی کہے سُنے کا حساب چکانا چاہتے تھے تاکہ قیامت کے دن بازپرس نہ ہو۔ یہ تھا اس ہستی کا خوفِ خدا، جس کے بارے میں سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت فرمایا تھا: "میں سب کے احسانات کا بدلہ دے چکا ہوں لیکن صدیقؓ کے احسانات کا بدلہ دنیا میں نہیں دے سکا۔ اس کے احسانات کا بدلہ آخرت کو ہی چکاؤں گا۔

ابن ابی دنیا میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو شہر کے گشت کے لیے نکلے تو ایک مکان سے آواز آئی کوئی مسلمان دردِ دل سے سورۂ طُور کی تلاوت کر رہا تھا۔ آپؓ نے فوراً سواری رُک لی اور کھڑے ہو گئے۔ قرآن سننے لگے۔ جب قاری ان آیات پر پہنچا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝

"بلاشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔"

فوراً زبان سے نکلا "رب کعبہ کی قسم! یہ سچ ہے۔" پھر اپنی سواری سے اُترے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور دیر تک روتے رہے کافی دیر بعد جب ہوش و حواس کچھ سنبھلے تو گھر لوٹے مگر ان آیات نے دل میں کچھ ایسا خوف پیدا کیا کہ ایک ماہ تک بیمار پڑے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ تو روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ (ابنِ کثیر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تہجد کی نماز میں کبھی کبھی اتنا روتے کہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ آپ صبح کی نماز میں اکثر سورۃ کہف، سورۃ طٰہٰ وغیرہ بڑی سورتیں تلاوت فرماتے، نماز میں تلاوت کرتے کرتے اتنا روتے کہ کئی کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

تو اتنا روئے کہ آواز نکلنا بند ہو گئی یہ اُس شخص کا خوفِ خدا ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں اور جس کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ۔

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔"
لیکن : اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْن لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔
"میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

دامادِ رسُول، سفیرِ رسُول، جامع القرآن سیّدنا حضرت عثمان ذوالنورینؓ جن کو کئی مرتبہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، ان کے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کا یہ حال تھا کہ جب کبھی آپؓ کے سامنے قبر کا ذکر چھڑتا تو خدا کی طرف سے قبر میں ہونے والے دردناک قسم کے عذابوں کا جان کر رنگ زرد پڑ جاتا اور رو رو کر ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو کسی نے عید کے دن دیکھا کہ خشک روٹی پانی میں ڈبو ڈبو کر کھا رہے ہیں۔ دیکھنے والے نے کہا :

"اے ابو ترابؓ ! آج عید ہے اور آپ خشک روٹی کھا رہے ہیں ؟"

آپؓ نے فرمایا : "ہماری عید تو اس دن ہوتی ہے جس دن گناہ کوئی نہ ہو۔"

حضرت شبلیؒ کو عید کے دن کسی نے متفکر و پریشان دیکھ کر وجہ دریافت کی، تو آپ نے فرمایا : "لوگ عید میں مشغول ہو کر خدا کی وعید کو بھول گئے۔"

مفسّرِ قرآن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اللہ کے خوف سے

اس قدر روتے تھے کہ چہرے پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو[۲]
نالیاں سی بن گئی تھیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خلیل رسول پر خشیتِ الٰہی کا یہ اثر تھا،
آپؓ فرماتے "کاش! میں ایک درخت ہوتا کہ کاٹ دیا جاتا"

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بہت رویا کرتے تھے حتّٰی کہ روتے روتے
آنکھیں بھی بے کار ہوگئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے
کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے
ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔

ایک نوجوان صحابیؓ پر حضورؐ کا گزر ہوا وہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے
جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ پر
پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہوگئے۔ روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہنے لگے
آہ! جس دن آسمان پھٹ جائیں گے (قیامت کے دن) میرا کیا حال
ہوگا؟ ہائے میری بربادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے
اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے ہیں"

ایک انصاریؓ نماز تہجد سے فارغ ہوکر بیٹھ کر بہت روئے، کہنے
تھے اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی سخت آگ سے بچائے۔
حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رلا دیا۔

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ ایک جلیل القدر صحابی تھے، ایک دن رونے
لگے۔ بیوی بھی ان کی حالت کو دیکھ کر رونے لگیں۔ پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟

کہنے لگیں کہ جس وجہ سے آپ روتے ہیں۔ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، نے کہا کہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو گزرنا ہی ہے، نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔

زرارہ بن اوفی ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت "فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ" پر پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا، لوگ اٹھا کر گھر تک لائے۔

حضرت خلیدؒ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" پر پہنچے تو اس کو بار بار پڑھنے لگے تھوڑی دیر بعد گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اس کو پڑھو گے؟ تمھارے اس بار بار پڑھنے سے چار جن مر چکے ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت "وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ" پر پہنچے تو ایک چیخ ماری اور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

خشیتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے جس کو نصیب ہو جائے اسکی فضیلت

حضرت فضیلؒ (مشہور بزرگ ہیں) کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر چیز کی طرف رہبری کرتا ہے۔

حضرت شبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "جب بھی مَیں اللہ سے ڈرا ہوں اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔"

حدیث شریف میں آیا ہے اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ "مَیں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا۔ اگر دُنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت سے ڈراتا ہوں اور اگر دُنیا میں ڈرتا رہے تو آخرت میں بے فکری عطا کرتا ہوں۔"

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جو اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔"

یحییٰ بن معاذؒ کا قول ہے کہ: "آدمی اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا

تنگ دستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے۔

حضرت ابوسلمان رضؓ درانی فرماتے ہیں: جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو نکل آئے۔ خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس چہرہ پر جہنم کی آگ کو حرام فرماتے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ "جو شخص اللہ تعالےٰ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔"

حضرت ثابت رضؓ بنانی کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ حکیم نے کہا ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھیں اچھی ہو جائیں گی کہ رویا نہ کرو، کہنے لگے "آنکھ میں کوئی خوبی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوفِ خدا اور فکرِ آخرت سے بعض دفعہ ساری ساری رات روتے رہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّت کیلیے رونا

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

"اے پروردگار انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، ان میں سے جس نے میری پیروی کی وہ میری جماعت سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تُو بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا یہ قول تلاوت کرتے جاتے اور روتے جاتے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

"(اے اللہ) اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اگر معاف کردے تو تُو غالب اور دانا ہے۔"

راوی فرماتے ہیں: یہ پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ

اٹھا کر اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ ، اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ ، فرمانے لگے جب آپؐ نے رو رو کر اپنی اُمّت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السّلام کو حکم دیا کہ جاؤ جا کر میرے نبیؐ سے دریافت کرو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں ؟ حضرت جبریل علیہ السّلام آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آنسو بہانے کی وجہ پوچھی ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب بیان کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ سے کہا جاؤ جا کر میری طرف سے آپؐ کو یہ خوش خبری سُنا دو کہ ہم آپ کو آپ کی اُمّت کے بارے میں خوش کر دیں گے ۔

(صحیح مسلم)

ایک سفر میں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی بار بار زمین پر رکھتے اور آہ وزاری کرتے رہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور جب مقام زدعرا کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اُتر گئے اور ہاتھ اُٹھا کر دیر تک بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے رہے پھر سجدے میں گئے اور دیر تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ پھر سر اُٹھا کر بدستور دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے اور پھر دیر تک سجدے میں سر رکھ کر پڑے رہے پھر اُٹھ کر بڑے ہی تضرّع کے ساتھ دعا شروع کی اُس کے بعد پیشانی خاک پر رکھی۔ اس دُعا و سجود سے فارغ ہو کر صحابہؓ سے فرمایا، میں نے اپنی اُمّت کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی جس کا ایک حصّہ مقبول ہوا تو میں شکر یے کے لیے سجدے میں گر پڑا۔ پھر مزید دُعا کی، اس نے وہ بھی قبول کی تو مَیں سجدۂ شکر بجا لایا۔ اس کے بعد پھر دعا و زاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شرف قبولیت بخشا تو میں سجدے گر پڑا۔ سورہ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسی وصف کو نمایاں

فرمایا ہے :

وَالضُّحٰی ۥ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۥ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۥ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۥ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۥ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۥ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۥ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۥ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۥ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۥ

(اے پیغمبر!) دن کے پہلے پہر کی قسم، اور رات کی قسم، جب وہ پردہ ڈال دے کہ تیرے پروردگار نے نہ تجھ کو چھوڑا اور نہ ہی تجھ سے ناراض ہوا۔ یقیناً تیری پچھلی زندگی پہلی سے بہتر ہے وہ تجھ کو وہ کچھ دے گا جس سے تو خوش ہو جائے گا کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا تو اپنی پناہ میں لے لیا اور تجھ کو راہ بھولا بھٹکا پایا تو سیدھی راہ دکھاوی اور تجھ کو مفلس پایا تو غنی کر دیا، تو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) یتیم پر ظلم نہ کرنا، اور سائل کو نہ جھڑکنا اور اپنے پروردگار کے احسانات کو یاد کرتے رہنا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں نبی علیہ السلامؐ بقیع میں جانے کے لیے اُٹھے آپؐ نے سمجھا میں سوئی ہوئی ہوں جبکہ میں جاگتی تھی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپ چاپ بستر سے اُٹھے اور چل دیئے۔ آپؐ نے سمجھا کہ میں سوئی ہوئی ہوں حالانکہ میں جاگتی تھی۔ آپؐ گھر سے نکلے تو میں بھی (دبے پاؤں) آپؐ کے پیچھے چل پڑی۔ آپ جنت البقیع میں داخل ہو گئے۔ (وہاں دیر تک) دعا وزاری کرتے رہے جب آپؐ واپس ہونے لگے تو میں جلدی جلدی قدم اُٹھاتی آپؐ سے پہلے گھر پہنچ گئی۔ جب آپؐ نے میرا حال جانا تو فرمایا کہ عائشہؓ! تمہارا کیا خیال تھا؟ میرے پاس تو جبریلؑ آئے تھے کہ میں بقیع میں جا کر دعا وزاری کروں تا کہ اللہ تعالیٰ ان مدفونین کے گناہ معاف کر دے۔

(ملخص نسائی)

جب رات ہوتی اور گھر کے لوگ سو جاتے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کبھی چپ چاپ بستر سے اُٹھتے اور دعا و مناجات الٰہیہ میں مصروف ہو جاتے۔ آپؐ بڑے ہی تذبذب کے ساتھ رحمتِ خداوندی

کو متوجہ کراتے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات جو میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ کو بستر پر نہ پایا۔ مَیں نے خیال کیا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ اندھیرے میں ہاتھ سے اِدھر اُدھر ٹٹولا تو دیکھا کہ جبینِ اقدس خاک پر ہے اور آپؐ دعاوزاری میں مصروف ہیں۔ مجھے اپنے شبہ پر ندامت ہوئی میں نے دل میں کہا: "سبحان اللہ ہم کس خیال میں ہیں اور آپؐ کس عالم میں۔ (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام رات روتے رہنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: "اگر تو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو معاف کرے تو تُو غالب حکمت والا ہے۔"

(مسلم احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجّد کے لیے اُٹھے اور اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی

ابنِ مردویہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عطاؒ، حضرت ابنِ عمرؓ، حضرت عبیدہ بن عمیرؓ، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور عرض کیا ہم یہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتاؤ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رونے لگیں اور فرمانے لگیں۔ آپؐ کے تو تمام کام عجیب تر تھے۔ (اب آپ نے سوال کیا ہے تو میں ایک واقعہ سُناتی ہوں۔)

ایک رات میری باری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ سوئے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے: "عائشہؓ! میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں، مجھے جانے دے۔" میں نے عرض کی: "اللہ کے رسولؐ، خدا کی قسم میں آپ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری تمنّا ہے کہ آپؐ اللہ عزّ وجلّ کی عبادت بھی کریں۔" اب آپؐ اُٹھے۔ مشک سے پانی لے کر وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے

پھر (قیام میں) جو رونا شروع کیا اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر بہ تر ہوگئی۔ پھر سجدے میں گئے (یہاں بھی) اتنا روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ (نماز کے بعد) کروٹ کے بَل لیٹ کر روتے رہے یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپؐ کو نماز کے لیے بُلایا بلالؓ نے جب آپؐ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو عرض کیا: "اے اللہ کے سچّے رسُولؐ! آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوّل آخر تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: بلال میں کیوں نہ روؤں؟ آج رات مجھ پر یہ آیت اتری ہے:

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ..." الخ

(آئندہ صفحات میں یہ تمام آیات درج ہیں۔)

تباہی ہے اس شخص کے لیے جو اسے پڑھے اور پھر غور و فکر نہ کرے۔

(ابنِ کثیر)

عبد بن حمید کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ جب ہم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس گئے، ہم نے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے اپنے نام بتائے۔ (جو اوپر بیان ہو چکے ہیں) روایت کے آخر میں یہ بھی فرمایا: "نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داہنی کروٹ رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر لیٹے اور روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے یہ بھی فرمایا: "کیا مَیں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور آیات

کے نازل ہونے کے بارے میں عذاب النار تک آپ نے تلاوت کی۔
صحیح بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رات کے ایک پچھلے پہر میں نے آپؐ کو دیکھا آپؐ بیدار ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھے پھر آسمان کی طرف نگاہ کر کے یہ آیات پڑھیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا

فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ
سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۝ وَاللّٰهُ
عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف ثُمَّ
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط
وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝ وَاِنَّ مِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ
لِلّٰهِ لا لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط اِنَّ
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۹۰ تا ۲۰۰)

بلاشبہ آسمان وزمین کی خلقت میں اور رات دن کے ایک کے بعد ایک آتے رہنے میں اہلِ عقل کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں ان کے لیے جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے

پہلوؤں پر خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ کارخانہ بے مقصد نہیں پیدا کیا تو اس بات سے پاک ہے کہ کوئی عبث کام کرے۔ (خدایا) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا تو بلاشبہ اُس کو تو نے رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہو گا۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سُنا جو ایمان کی طرف بلا رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ (لوگو) اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، تو ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری بُرائیاں مٹا دے اور ہمیں موت اپنے وفادار بندوں کے ساتھ دے۔ اے ہمارے رب اور ہمیں وہ سب کچھ عطا کر جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور قیامت کے دن ہمیں ذلّت و خواری نصیب نہ کیجیو۔ بلاشبہ تو ہی ہے کہ تیرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔

(اللہ تعالیٰ کا جواب) مَیں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن

چھوڑے اور میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے ان سب کے قصور میں معاف کردوں گا اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزا ہے اللہ کے ہاں۔ اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔ اے نبیؐ! دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کا چلنا پھرنا تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے یہ محض چند روزہ زندگی ہے کا تھوڑا سا لطف ہے پھر یہ سب جہنم میں ڈالے جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے برعکس اس کے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی طرف سے یہ سامان ضیافت ہے جو ان کے لیے ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے۔ بلاشبہ لوگوں کے لیے ہے وہی سب سے بہتر ہے۔ اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں۔ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمھاری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اس

کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ نہیں دیتے ۔ ان کا
اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے
میں دیر نہیں لگاتا۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر کرو
اور تھام رکھو ایک دوسرے کو (اور دشمن سے جہاد
کے لیے) ہمیشہ مستعد رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب
ہو سکو۔"

(ابنِ کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بڑے ہی تضرّع وزاری کے ساتھ یہ مُبارک کلمات بھی پڑھتے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجّد پڑھنے کے لیے اُٹھتے تو آپؐ یہ الفاظ بھی پڑھتے جو سراپا با اثر اور رُوحانیت میں ڈوبے ہوئے ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَّالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ ، اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ

خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا
قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ
وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ
اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَلَآ
اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ (بخاری، مسلم)

"یا الٰہی تیرے ہی لیے ہے سب تعریف، تُو ہی تو قائم رکھنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جو اِن میں ہیں، اور تیرے ہی لیے سب تعریف اور تو ہی روشن کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو اِن میں ہیں اور تیرے ہی لیے ہے سب تعریف تو ہی ہے بادشاہ آسمانوں اور زمین کا اور جو اِن میں ہیں۔ اور تیرے ہی لیے ہے سب تعریف تو ہی ثابت (کبھی معدوم نہ ہوگا) اور وعدہ تیرا دُنیا اور آخرت کے متعلق حق ہے اور ملاقات تیری (آخرت میں) حق ہے اور کلام تیرا حق ہے اور بہشت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سب نبی (تیرے فرستادہ) حق ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قیامت حق ہے یا الٰہی تیرے واسطے میں تابعدار ہوا اور تیرے ساتھ میں ایمان لایا اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری طرف میں نے رجوع کی اور تیری مدد سے جھگڑتا ہوں میں (دشمنوں سے) اور

تیری طرف فریادی ہوں مَیں ۔ پس بخش میرے لیے وہ گناہ کہ آگے کیے میں نے اور وہ گناہ کہ پیچھے ہوں مجھ سے اور جو پوشیدہ کیے میں نے اور ظاہر کیے میں نے اور وہ گناہ کہ تُو اُن کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے ڈالنے والا معبود صرف تو ہی ہے اور نہیں کوئی معبود سوائے تیرے ۔"

(نوٹ) مقامِ فکر ہے کہ وہ پاک ہستی کہ جس کے دامنِ اقدس میں کوئی گناہ ہے ہی نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ یہ بشارت بھی کئی بار دے چکے ہیں کہ "ہم نے آپؐ کے پہلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ۔ وہ راتوں کو اُٹھ کر کیسے گڑگڑا کر آنسو بہا کر خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور ہم جو سر سے پاؤں تک گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں ۔ ہماری آنکھیں کبھی اس کے خوف سے نہیں روئیں ۔ رات کا رونا اور نماز پڑھنا ایک طرف، آج اُمّت فرضی نمازوں سے بھی باغی ہے ۔ یا للعجب ؟

(بخاری، مسلم)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریل امینؑ نے جہنم کا منظر بیان کیا تو آپؐ بے اختیار رونے لگے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت جبریل امینؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت تشریف لائے جس وقت عموماً تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور سوال کیا: "اے جبریلؑ ! کیا بات ہے کہ آج تمھارا رنگ بدلا ہوا ہے؟" (حضرت جبریل امینؑ کے چہرے پر فکر و غم کے آثار تھے) عرض کیا: "اللہ کے رسولؐ ! (بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے جہنم دھونکنے کا حکم دیا، میں اسے دیکھ کر آیا ہوں۔ اس لیے (اس منظر کے) خوف سے میری بُری حالت ہے۔" آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے جبریل! اس آگ کا منظر بیان کرو۔" تو حضرت جبریل امینؑ نے جہنم کا منظر یوں بیان کیا:

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہنم کے بارے میں حکم دیا تو اسے ایک ہزار سال تک دھونکا گیا، تو وہ سفید ہو گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ (ابھی) ایک ہزار برس تک (اسے) اور دھونکا جائے (جب پھر ہزار برس تک دھونکا گیا) تو وہ سرخ ہو گئی۔ پھر

ہزار سال تک دھونکنے کا مزید حکم ہوا تو وہ سیاہ تاریک ہوگئی۔ (اب اس کی حالت یہ ہے کہ) نہ اس کی چنگاریاں چمکتی ہیں اور نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔

خدا کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر جہنم ایک سوئی کے سوراخ کے برابر کھول دی جائے تو اس کی گرمی سے سارے زمین والے مر جائیں اور خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اگر جہنم کا ایک داروغہ اہل زمین کی طرف ظاہر ہو کر جھانک دے تو اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے تمام اہلِ زمین مر جائیں اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر جہنم کی کسی زنجیر کا ایک حلقہ دُنیا کے بڑے سے بڑے پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے۔" (اپنی جگہ پر نہ ٹھہرے یہاں تک کہ اسفل السافلین تک دھنس جائے۔)

حضرت جبریلِ امینؑ کی زبانی جہنم کا یہ دہشت ناک حال سن کر رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر روئے کہ جبریلؑ سے فرمایا کہ اب بس کرو (مزید سننے کی تاب نہیں ہے) کہیں میرا دل پاش پاش نہ ہو جائے اور میں مر نہ جاؤں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ کو دیکھا کہ وہ (حالاتِ جہنم) بیان کر کے خود بھی رو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "جبریلؑ تم بھی روتے ہو،

حالانکہ تمہارا مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے؟ تو جبریلؑ نے عرض کیا میں کیوں نہ روؤں میں تو رونے کا زیادہ حق رکھتا ہوں ممکن ہے کہ میرا رتبہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس مرتبہ کے علاوہ ہو جو میرا اب مرتبہ ہے۔ مجھے اب معلوم نہیں کہ (اللہ تعالیٰ) میرا امتحان لے جیسے ابلیس کا امتحان لیا گیا حالانکہ وہ فرشتوں میں سے تھا اور میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ میری آزمائش کرے جس طرح ہاروت و ماروت کی آزمائش کی گئی۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریلؑ دونوں روتے رہے یہاں تک کہ ان دونوں کو آواز دی گئی" اے جبریلؑ اور اے محمدؐ! اللہ نے آپ دونوں کو نافرمانی کرنے سے امن دے دیا ہے۔"

اس کے بعد حضرت جبریلؑ آسمان پر چڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکل کر انصار کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے انھیں ہنستے اور کھیلتے دیکھا تو فرمایا "کہ تم لوگ ہنس رہے ہو اور تمہارے پیچھے جہنم ہے جو میں جانتا ہوں۔ اگر تم جان لو تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ (یہاں تک) کھانا پینا تم کو اچھا نہ لگے اور تم جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاؤ اور اپنی پریشانیوں کو دُور کرنے کے لیے تضرع و زاری کر کے خدا سے پناہ چاہو۔"

(طبرانی۔ ترغیب و ترہیب)

قبر کا منظر دیکھ کر آپؐ بے اختیار رو پڑے

حضرت برار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ (جب میت کو لحد میں اتار دیا گیا تو) آپؐ سرِ قبر بیٹھ گئے۔ (یہ منظر دیکھ کر) آپؐ اس قدر روئے کہ قبر کے کنارے کی مٹی (آپؐ کے آنسوؤں سے) تر ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس خطرناک مقام کے لیے کچھ تیاری کر لو۔"

(ابنِ ماجہ و ترغیب)

کُفّارِ مکّہ اور رحمۃ للعالمینؐ!

کفارِ مکہ نے قدم قدم پر آپؐ کو اذیتیں دیں ، جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں ۔ گھر کے دروازے کے سامنے کانٹے بچھائے (تاکہ صبح جب آپؐ یا آپؐ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا پاؤں میں چبھ جائے ۔)

ایک روز آپؐ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہؔ بن ابی معیط آیا اور آتے ہی اپنی چادر اتار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال دی اور پیچ در پیچ دینے شروع کر دیئے ۔ آپؐ کا دم گھٹنے لگا ۔ اتنے میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو فوراً آئے اور اس ملعون کو دھکے دے کر ہٹایا ۔

کفّارِ مکہ نے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے ۔ جسمِ اطہر کو بارہا لہولہان کیا ۔ بلاوجہ قید میں رکھا ، غلیظ گالیاں دیں پاگل کہہ کر پکارا ، کبھی جادوگر کبھی مذمم کہا اور کبھی شاعر ۔

آپؐ کے صحن میں پکتے ہوئے کھانے پر غلاظتیں پھینکیں ۔

ابولہب نے تو ایک مجلس میں یہاں تک کہ محمدؐ ! تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں ۔ (نعوذ باللہ)

عاص بن وائل اس سے بھی بھڑ گیا ۔ یہ ملعون جہاں بھی آپ کا ذکرِ خیر

سنتا تو بکتا اسے چھوڑدو۔ وہ تو دُم کٹا ہے اس کے پیچھے اس کی نرینہ اولاد نہیں۔

قریش کے ایک اوباش نے ایک روز سرِ بازار آپؐ کے سرِ مبارک پر مٹی ڈال دی، آپؐ اسی حال میں گھر تشریف لے گئے۔ صاحبزادیوں میں سے ایک ابّا کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگیں اور آپؐ کا سر دھونے لگیں آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: رو نہیں بیٹی! اللہ تیرے باپ کا حامی ہے۔

یہ تو تھیں کفارِ مکہ کی آپؐ کے ساتھ بدسلوکیاں۔ ادھر رحمۃ للعالمینؐ کا حُسنِ سلوک دیکھیے کہ:

مکہ والوں پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہ سخت قحط پڑ گیا، یہاں تک کہ لوگوں نے مُردوں کی ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیانؓ (جو اِن دنوں آپؐ کے سخت ترین دشمن تھے) آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "اے محمدؐ! آپؐ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، قحط نے تباہ کر ڈالا ہے، دُعا کیجئے بارش برسے۔" رحمۃ للعالمینؐ نے قوم کی یہ حالت سُنی تو آنکھیں غم سے اشک بار ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی تو خوب بارش برسی۔

(صحاح ستہ، ابن ہشام، سیرت النبیؐ وغیرہ)

سرزمینِ بدر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو

دشمن جب شہر چھوڑ جائے تو سکون مل جاتا ہے لیکن مسلمانوں نے جب اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے تمام جائیدادیں کفار کے حوالے کر کے اپنے سینوں میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی محبت بسائے ہوئے مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ جا فروکش ہوئے تو کفار پہلے سے بھی زیادہ بے قرار ہو گئے، مکہ سے لُٹے پُٹے آئے ہوئے مہاجرین کے زخم ابھی تازہ ہی تھے کہ قریشِ مکہ نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات مزید تنگ کرنے کی ٹھان لی اور مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کی پوری قوت سے تیاری کر لی اور بڑے ہی عزم کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ اُس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک محمدؐ اور آپؐ کے نام لیواؤں کو صفحۂ ہستی سے نہ مٹالیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ان عزائم کا علم ہوا تو آپؐ مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے چلے جب بدر کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن تعداد میں سہ چند اور سامانِ حرب میں ہزار چند زیادہ ہے۔ یہ وقت آپؐ پر بہت بھاری تھا۔ یہاں مسلمانوں کے حصّے میں جو زمین آئی وہ ریتلی تھی جس پر چلنا دشوار تھا۔ مسلمانوں کے یہاں پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ نے پہلی رحمت یہ کی کہ بارش نازل فرمادی۔ جس سے ریتلی زمین پختہ ہو گئی اور چلنا پھرنا آسان

ہو گیا۔ اور پکی زمین جو کفار کے پاس تھی اس پر کیچڑ ہو گیا۔ پھسلن ہو گئی جس سے کفار کے پاؤں پھسلنے لگے۔ (گویا کہ یہ نکتہ تھا کہ اب کفار کے قدم پھسلیں گے، ٹھہریں گے نہیں۔ مسلمانوں کے قدم جمیں گے اکھڑیں گے نہیں۔)

(زاد المعاد، ابن ہشام)

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں

جنگ سے پہلے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضورؐ! میری رائے یہ ہے کہ آپ کے لیے ایک اونچے ٹیلے پر ایک چھپرا بنا دیا جائے تاکہ آپؐ اس میں تشریف رکھیں یہاں سے آپؐ جاں نثاروں کا نظارہ بھی کریں اور ضروری ہدایات بھی دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو پسند فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کے لیے عریش بنا دی گئی۔ آپؐ نے یہیں قیام فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ آپ میرے پاس ٹھہریں۔ پھر رات کو صحابہؓ کو حکم دیا آپ رات بھر آرام کریں اور خود دو رکعت نماز کی نیت کی۔ نماز میں رو رو کر اللہ تعالےٰ سے دعائیں مانگیں۔ اس وقت آپؐ کے رونے کی حالت اس طرح تھی کہ رو رو کر ریش مبارک آنسوؤں سے تر بہ تر ہو گئی تھی اور سرزمینِ بدر کی یہ خوش نصیبی کہ اس کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسوؤں کا پانی ملا۔

(راوی کا بیان ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کھڑے یوں روتے کہ چادر مبارک کندھوں سے گر گر جاتی۔ کبھی سجدے میں جا کر روتے اور کبھی ہاتھ پھیلا پھیلا کر رحمتِ خداوندی کو متوجہ کرواتے۔ حدیث

شریف میں آتا ہے کہ زبانِ اقدس پر یہ دُعا جاری تھی :

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ اِنْ یھلک ھٰذِہِ العصابۃ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تعبد فِی الْاَرْضِ ۔

"اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔"

اس وقت آپؐ نے بڑے تضرع کے ساتھ یہ دُعا بھی کی :

اَللّٰھُمَّ لَا تخذلنی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ انشدک مَا وَعَدْتَّنِیْ ۔

" الٰہی مجھے ندامت سے بچانا۔ اللہ میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔"

نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا سجدہ کیا۔ سجدہ میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی یہ حالت دیکھی تو نہ رہا گیا سجدے میں ہی آپؐ سے لپٹ گئے اور عرض کیا: حضورؐ! بس کیجئے اتنا نہ روئیے، اپنے آپ کو اتنا ہلکان میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ سے فتح ونصرت کا وعدہ فرما چکا ہے :

فَاَخَذَ اَبُوْ بَکْرٍ بِیَدِہٖ فَقَالَ حَسْبُكَ

فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ"

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا آپؐ کو اللہ کافی ہے۔ آپؐ نے دُعا ختم کی اور زبان پر جاری تھا کہ "عنقریب کافروں کی یہ جماعت شکست کھائے گی اور پشت پھیر کر بھاگے گی"

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ مسلمانوں کو فتح سے سرشار فرمایا اور مکہ والوں کو بہت بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ۷۰ بڑے سردار مارے گئے اور ۷۰ مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہوئے۔

(زادُ المعاد)

بیئر معونہ کا دردناک واقعہ

جنگ اُحد کے بعد کفار نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی کئی مختلف تدبیریں کیں ۔ ۴ ہجری میں بنو کلاب کا رئیس ابوبرا، عامر بن مالک نجد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی ۔ اس نے تو اسلام قبول نہ کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ اپنے چند مبلغین کو میرے ساتھ تبلیغ کے لیے بھیج دیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبلغین کو اس کے ساتھ بھیجنے میں متامل تھے کیونکہ کچھ عرصہ پہلے بنو عامر کا رئیس عامر بن طفیل (جو ابوالبراء کا بھتیجا تھا اس نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دھمکی دی تھی کہ محمدؐ مجھے اپنا ولی عہد نامزد کرو یا پھر شہروں میں میری حکومت مان لو، میں دیہاتوں میں آپ کی حکومت مان لوں گا ورنہ میں بنو غطفان کے ہزاروں آدمی لے کر فوراً مدینہ پر چڑھائی کروں گا اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا ۔ لیکن ابوالبراء نے ہادیٔ برحق علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو یہ یقین دلایا تھا کہ جو لوگ آپ میرے ہمراہ بھیجیں گے ان کی ہر طرح سے حفاظت کی جائے گی ۔ (غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں) آپؐ نے اس

کی بات مان لی اور ستر صحابہؓ پر مشتمل ایک وفد تیار کیا جو قرآن کے حافظ، قاری اور بہت بڑے عالم لوگ تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی یہ خوبی درج ہے کہ یہ یحتطبون بنہار ویصلون باللیل ...

"یہ دن کو لکڑیاں چن چن کر اپنے اہل و عیال کے لیے دال روٹی کا انتظام کرتے تھے اور رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے (تو فرشتے ان کے سجدوں پر رشک کرتے)۔"

صحیح البخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حرام بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۷۰ صحابہؓ کو نجد بھیجا اور ایک خط بھی روانہ کیا جو عامر بن طفیل کے نام تھا۔

جب اللہ کے یہ پاکباز بندے بیرِ معونہ پر پہنچے تو امیرِ لشکر مکتوبِ رسالت لے کر عامر کے پاس پہنچا تو اس بدبخت نے تمام سفارتی اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خط کو پڑھے بغیر بڑے ہی تکبّر سے پھاڑ کر پھینک دیا اور اپنے عقب میں کھڑے ہوئے ایک آدمی کو اشارہ دیا اس نے ایسا تاک کر سفیرِ رسُول کو نیزہ مارا کہ سینے سے آر پار ہو گیا۔ خون کا فوارہ نکلا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے خون کا چلّو بھرا، سر اور چہرے پر مل لیا اور پھر اس بدبخت عامر کے سامنے نعرہ لگایا:

فزت برب الکعبہ

"رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔"

یہ کہتے ہی زمین پر گرے اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

اب عامر نے خون خوار وحشی قبائل کو مجتمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اللہ کے یہ پاکباز بندے اگرچہ گھروں سے تبلیغ کے لیے نکلے تھے مگر ہاتھوں سے خالی نہیں تھے کافی دیر تک بڑی جرأت و پامردی سے ان دغابازوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر کثیر تعداد دغابازوں نے ان صحابہ کرامؓ کو گھیرے میں لے لیا اور حضرت کعبؓ کے سوا باقی سب کو شہید کر ڈالا۔

صحیح بخاری شریف کی روایت کے مطابق شہادت کے وقت ان کا اپنی قوم کے نام پیغام درج ہے:

بلغوا عنا قومنا انّا

قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا

"ہماری قوم کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ بیرِ معونہ پر:
ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی۔ اور یہ ملاقات اتنی کامیاب ہوئی) کہ وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔"

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس دردناک واقعہ کی خبر ملی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ پھر آپ کئی دن صبح کی نماز میں رو رو کر اللہ تعالیٰ سے ان ظالموں کے لیے بددعا کرتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بارگاہِ خدا میں قبول ہوئے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دغابازوں کو بڑی ہی ذلت اور کتے کی موت مارا۔

(تفصیل بڑی کتب میں درج ہے۔) (صحیح بخاری، زاد المعاد)

۲

ایسا ہی ایک اور واقعہ کتبِ احادیث میں درج ہے۔ جب بدر، اُحد کے معرکوں میں کفار کے تیغ آزماؤں کا زعم باطل ہو گیا تو وہ سازش کے جال بچھانے لگے انھوں نے عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہلوایا اگر آپ چند مبلغ عنایت فرماویں تو ہمارے تمام قبیلے مسلمان ہو جائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کل دس بزرگ صحابہ کا وفد ان کے ساتھ بھیج دیا۔

ایک گھاٹی میں کفار کے دو سو مسلّح جوان مسلمانوں کے تبلیغی وفد کا انتظار کر رہے تھے جب مبلغینِ اسلام یہاں پہنچے تو یہاں کفار کی تلواروں نے ان کا استقبال کیا مسلمان اگرچہ اشاعتِ قرآن کے لیے گھروں سے نکلے تھے

مگر تلواروں سے مسلح تھے۔ اچانک جب دو سو کفار مقابلے میں آئے تو دس تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔ اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ آٹھ صحابہ کرامؓ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور خبیب بن عدی اور زید بن دسنہ رضی اللہ عنہما دو صحابہ کو کفار نے محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا۔ سفیان ہذلی انھیں مکہ لے گیا اور ان دونوں بزرگوں کو نقد قیمت پر مکہ کے درندوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دسنہ رضی اللہ عنہما کو حارث کے گھر ٹھہرایا گیا۔ حارث کو یہ بھی کہا کہ ان کو روٹی اور پانی نہ دیا جائے حارث بن عامر نے حکم کی تکمیل کی۔ ایک دن حارث کا نوعمر بچہ چھری سے کھیلتا ہوا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس اللہ تعالےٰ کے پاکباز بندے نے جو کئی روز سے بھوکا پیاسا تھا حارث کے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لے کر زمین پر رکھ دی۔ جب ماں نے بچے کو قیدی کی گود میں دیکھا تو تڑپ گئی۔ حضرت خبیبؓ نے عورت کی تکلیف محسوس کی تو فرمایا بی بی تم فکر نہ کرو، میں بچے کو ذبح نہیں کروں گا۔ مسلمان ظلم نہیں کیا کرتے یہ فرما کر بچے کو چھوڑ دیا۔ معصوم بچہ اُٹھا اور دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔ قریش نے چند روز بعد پھانسی دینے کا اعلان کر دیا کھلے میدان میں ایک ستون نصب تھا اور یہ اپنی بے بسی پر خون کے آنسو رو رہا تھا اس کے چاروں طرف بے شمار آدمی ہتھیار سنبھالے کھڑے تھے۔ بعض تلواریں چمکا رہے تھے بعض نیزے تان

رہے تھے۔ بعض کمان میں تیر رکھ کر سیدھے تان کر کھڑے ہو گئے تھے جب یہ مجاہد پورے وقار کے ساتھ مجمع میں تشریف لائے اور انھیں صلیب کے نیچے کھڑا کر دیا گیا تو ایک شخص نے انھیں مخاطب کیا اور کہا۔ خبیبؓ! ہم تمھاری مصیبت سے دردمند ہیں اگر اب بھی اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔

حضرت خبیبؓ خطاب کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان بچانے سے کیا فائدہ؟" اس جواب پر مجمع ساکت ہو گیا اور لوگ دم بخود ہو گئے۔ آخر کہا گیا خبیبؓ کوئی آخری آرزو ہے تو بیان کرو۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا کوئی آرزو نہیں صرف دو رکعت نماز ادا کر لینے دو۔ لوگوں نے کہا اجازت ہے۔ آپ جلدی سے فارغ ہو گئے کہ کہیں کفار یہ نہ سمجھیں محمدؐ کا ساتھی موت سے ڈر کر لمبے لمبے سجدے کر رہا ہے نماز سے فارغ ہو کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ صلیب کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ ہر طرف سے تلواروں، نیزوں اور پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔

ایک سخت دل نے آگے بڑھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا: "کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے محمدؐ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں"۔ خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا: "خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔

خدا کے اس پاک باز بندے نے تماشائیوں کے ہجوم میں کھڑے ہو کر فی البدیہہ کچھ اشعار کہے جن سے اس بزرگ کی صداقت اور محبت اسلام کی پاکیزہ صورت نظر آتی ہے۔

آخر میں یہ دُعا کی :

اللّٰھمّ بلغنا رسٰلت رسولك فبلغه ما یصنع بنا۔

"اے اللہ! ہم نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کی کرتوتوں کی خبر فرما دے۔"

اس دُعا کے بعد خون جسم سے نچڑ گیا اور اس مردِ مجاہد کی رُوح جسم سے پرواز کر گئی۔

ان دو حادثوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا شدید صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت قیمتی سرمایہ تھے۔ اربابِ سیر کا بیان ہے اللہ کے ان پاکباز بندوں کے شہید ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا روتے تھے کہ آپؐ کے آنسو تھمتے نہیں تھے۔ نمازوں میں رو رو کر ان کافروں کے لیے بد دعا کرتے تھے جنھوں نے آپؐ کے عظیم صحابہؓ کو دھوکے سے بلا کر شہید کر ڈالا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ ، (بخاری، ابنِ ہشام)

مراجع ومصادر

۱۔ تفسیر ابنِ کثیر

۲۔ احسن التفاسیر

۳۔ ترجمان القرآن

۴۔ صحیح بخاری شریف

۵۔ فتح الباری

۶۔ تیسیر الباری

۷۔ صحیح مسلم شریف

۸۔ ترمذی شریف

۹۔ شمائل ترمذی

۱۰۔ ابوداؤد شریف

۱۱۔ ابن ماجہ شریف

۱۲۔ طبرانی

۱۳۔ مسند احمد شریف

۱۴۔ مشکوٰۃ شریف

۱۵۔ ترغیب وترہیب

۱۶۔ ابنِ عساکر

۱۷۔ حاکم

۱۸۔ ابن ہشام

۱۹۔ طبقات ابنِ سعد

۲۰۔ اصابہ

۲۱۔ رحمۃ للعالمین ﷺ

۲۲۔ سیرت النبی ﷺ

۲۳۔ سیر صحابہؓ

۲۴۔ تاریخ طبری

صحیح اسلامی واقعات

مُرتّبہ: حافظ عبدالشکور

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے (حدیث)

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری نماز

مع

ضروری مسائل

نماز کا نبوی طریقہ جو احادیث کی روشنی میں ہم تک پہنچا، مسنون دعائیں، مستند طریقے مع سلیس اردو ترجمہ

ترتیب : حافظ عبدالشکور شیخوپوری

کاغذ سفید ، سائز جیبی ، خوب صورت رنگین ٹائیٹل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وظائف محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

غربت و تنگدستی، مصائب و پریشانی سے نجات اور
دنیا و آخرت کی بھلائی و دیگر حاجات کے لیے نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف نیز آپ کے لیل و نہار و خاص
موقعوں کی دعاؤں کا مجموعہ تسکین روح اور روحانی علاج کے لیے ایک

خوبصورت تحفہ

مع مسنون نماز و قرآنی دعائیں

مرتب
حافظ عبدالشکور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹیں

اضافہ شدہ ایڈیشن

تالیف

حافظ عبد الشکور

ناشر

مقبول بک سٹال

اکبر بازار، شیخوپورہ،

ایمان افروز کتابیں

تالیفات : حافظ عبدالشکور

صحیح اسلامی واقعات

● سیرت النبیؐ اور صحابہ کرامؓ کے بے مثال واقعات کا خوبصورت مجموعہ، مستند حوالوں سے ترتیب شدہ، جن کا علماء اور طلباء بڑے اعتماد کے ساتھ مطالعہ کر کے اپنے خطبات و مواعظ میں پیش کر سکتے ہیں۔ یہ واقعات سبق آموز، جذبہ و جرأت پیدا کرنے والے عبرتناک، حیران کن اور قاری کو خود احتسابی پر مجبور کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ کے آنسو

○ سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ایک نادر اور اچھوتی تصنیف — رسول اللہؐ کے دکھوں اور غموں پر مبنی ایک تڑپا اور رلا دینے والی تحریر

آنحضرتؐ کی مسکراہٹیں

رحمۃ للعالمین کی سیرتِ طیبہ کا ایک خوبصورت پہلو، منفرد انداز میں، آپؐ کی مسکراہٹوں اور مزاج پر مبنی رنگا رنگ گلدستہ

وظائف محمدیؐ

○ غربت و تنگدستی، مصائب و پریشانی سے نجات اور دنیا و آخرت کی بھلائی و دیگر حاجات کیلئے رسولِ اکرمؐ کے وظائف (نیز) آپؐ کے لیل و نہار اور خاص موقعوں کی دعاؤں کا مجموعہ، تسکین روح اور روحانی علاج کیلئے ایک خوبصورت تحفہ

تعلیم الرسولؐ

صد احادیث رسولؐ دنیا و آخرت کی فلاح کا راز عقیدہ و عمل کی اصلاح کیلئے ایک خوبصورت انتخاب۔

پیارے رسولؐ کی پیاری نماز مع ضروری مسائل

ضروری دعائیں اور مختصر بنیادی مسائل پر مشتمل بچوں کے لئے خصوصی طور پر مفید ——————